



جملہ حقوق محفوظ ہیں

# مناوتِ عرب اور کنزِ لائسنس





# بغاوتِ عرب لائسنس

ترکان عثمانی سے شریف حسین کی بغاوت  
اور کرنل لائسنس کے کارناموں کا تذکرہ

مؤلفہ  
مولانا چرل غ حسن صاحب حسرت  
ہے

باجد حقوق دایمی فکشی ہو علی تعالیٰ ہے

اُردو کتب خانہ لاہور سے شائع کیا

قیمت ایک روپیہ

بار اول تھلا ۱۰۰۰



# فہرست

نقشے

تصاویر

- (۱) کرنل لارنس عربی لباس میں  
(۲) کرنل لارنس فوجی وردی میں  
(۱۱) نقشہ عربستان  
(۲۱) نقشہ حجاز ریلوے  
مفتاحیہ از مولانا عبدالحی علی صاحب سالک دیر روزنامہ "انقلاب" المہجور  
تمہید

محمد بن المہون	۱	پہلا باب
انجمن اتحاد و ترقی		عرب و غرب
حرکت وطنیہ		مشرق کی روحانی فتح
شریف حسین کے مطالبات		غلط بیانیوں
تیسرا باب		نقشہ تاتار
بنیاد عرب کے اسباب و ملل ۱۲		ہسپانی مسلمان
پان اسلامزم		دوسرا باب
اتحاد تورانی	۴	شریف حسین اور ترک
		نصاریہ کے حوصلے

## چوتھا باب

۱۹ شریف حین کی جیلہ سازیاں

انقلابی تحریک

سازش کا انکشاف

فیصل قسطنطنیہ میں

انور و جمال کے قتل کی سازش

شریف حین کا پیغام

بغاوت کا اعلان

مکہ معظمہ اور جدہ پر حملے

مدینہ سے پسپائی

## پانچواں باب

۲۷ فامس ایڈورڈ لارنس

تعلیم

سیاحت

بغداد اور یلوے

میں گرٹر و ڈبل

## چھٹا باب

۳۲ لارنس ایک جاسوس کی حیثیت میں

پیرا اسرار اعمال

## میسو پوٹیمیا میں

## ساتواں باب

۳۵ لارنس ایک شامی عرب کے لباس میں

فیصل سے ملاقات

لارنس کی تقریر

## آٹھواں باب

۴۳ الوجہ کی تسخیر

قبائل کی جنگ

## نواں باب

۴۸ بغاوت کی کامیابی کا پہلا مرحلہ

جعفر پاشا

لارنس کی تجویز

## دسواں باب

۵۵ صحرائے عرب کا سفر

خفیہ معاہدہ

لارنس زمانہ لباس میں

## گیارہواں باب

۶۰ سقوط عقبہ

ترکوں سے ذلت آفریں سلوک

## بارھواں باب

۴۲

قسام کی قسم

لارنس ارزق میں

بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ

لارنس کے رفقا

عمان و معان

لارنس با دیگر زخورتوں کے ہمیں میں۔

حملے کی تیاریاں

## تیرھواں باب

۴۳

تسخیرِ راء

قتل عام

عربوں کی سفاکی

## چودھواں باب

۴۴

فتح دمشق

عبد القادر الجزائری

## پندرھواں باب

۸۳

مجلس صلح

غداروں کا صلہ

## سولھواں باب

۸۷

”شا“ اور کرم شاہ

لارنس صیغہ پرواز میں

پھر صیغہ پرواز میں

پیر کرم شاہ

پیر اسرارِ مرجع

فتنہ افغانستان اور لارنس

لادول ٹامس

لارنس کے موجودہ مشاغل

## سترھواں باب

۹۷ لارنس کی سیرت پر ایک جمالی نظر

عادات

ظہنی استعداد

لارنس صنعت کی حیثیت میں

نذہبی عقائد

ذہانت

عسکری قابلیت

شجاعت







# مقدمہ

از حضرت رسالت مآلکہ مدیر انقلاب لاہور

زبان اردو کا دامن جہاں اُتر بہت سی اچھی چیزوں سے خالی ہے۔ وہاں سیاسی تالیفات کے اعتبار سے بھی اس کی بے مانگی بہت نمایاں ہے۔ اخبارات اٹھا کر پڑھئے تو معلوم ہو گا۔ کہ اہل ہند سیاست میں سرتاپا مستغرق ہیں۔ اور ان کو اس کے سوا دنیا میں اُتر کوئی کام نہیں۔ لیکن کتب خانوں میں اردو کی سیاسی کتابیں تلاش کیجئے۔ تو ایک بھی کام کی کتاب دستیاب نہ ہوگی (الاماشا اللہ) میرے نزدیک یہی وجہ ہے۔ کہ ہماری اکثر تحریکات ناکام رہ جاتی ہیں \*

اخبارات کے مضامین کا غلغلہ روزانہ صرف چند گھنٹے تک رہتا ہے۔ گو اس سے ہیئت اجتماعی کے قلزم ذوقار کی سطح پر بعض دفعہ ہلکی ہلکی اور بعض اوقات پُر شور موجیں بھی اُبھنے لگتی ہیں۔ لیکن یہ موج

(ب)

دنیا ظلم اکثر حالات میں سطی ہوتا ہے۔ اور اس سمندر کی گہرائیاں بدستور امن و سکون کی سرمایہ دار رہتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مسائل سیاسی کی حقیقی اہمیت جمہور کے قلوب میں جاگزیں نہیں ہوتی۔ ان مسائل پر اہل علم اور ارباب نظر محنت و تحقیق نہیں کرتے۔ اور ان کے تمام پہلو کیا حقہ، عوام کے سامنے پیش نہیں کئے جاتے۔ اخبارات تازہ ترین حالات و کوائف پر رائے زنی کر کے ایک وقتی ہنگامہ ضرور پیدا کر دیتے ہیں لیکن قوم کے اعماق قلوب کو مستقل طور پر متحرک نہیں کر سکتے۔

زندہ ممالک میں صرف اخبارات پر حصر نہیں کیا جاتا جو نہی داخلی یا خارجی سیاسیات کا کوئی مسئلہ رائے عامہ میں حرکت پیدا کرنے لگتا ہے۔ اس مسئلہ کے ماہرین اس کے تمام پہلوؤں پر تحقیق و تاقیق کی نظر ڈال کر ایک خاص مقصد اور سطح نظر سے مستقل کتابیں تصنیف کرنے لگتے ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے قوم کے تعلیم یافتہ طبقے میں اس مسئلہ پر عالمانہ و مجتہدانہ خیرو بحث کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ رائے عامہ میں بے راہبر روی داخل نہیں ہونے پاتی۔ اور صحیح معلومات کے حصول کے بعد اخبارات کی اطلاعات کے سمجھنے میں بھی سہرہ لت ہو جاتی ہے۔ لیکن ہندوستان میں حالات بالکل مختلف ہیں۔ یہاں ایک دن وقفہ چین کی خانہ جنگی کی خبریں موصول ہونے لگتی ہیں۔ اور اخبارات نہایت بے تکلفی سے انہیں شائع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ خبریں

متواتر تین مہینے تک شائع ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن تارین جرائد کچھ نہیں سمجھتے۔ کہ دوپٹی ذرا کسی آدمی کا نام ہے۔ یا کسی جانور کو کہتے ہیں۔ چنگ سوکین رئیس الاحرار ہے۔ یا دول خارجہ کا پھوس ہے۔ ہانکاؤ کسی جرنیل کا نام ہے۔ یا شہر کا۔ اس جنگ کے اسباب کیا ہیں۔ اس کے طرفین کون کون ہیں۔ قوم پرستانہ نقطہ نظر سے اس کا نتیجہ کیا ہونا چاہئے۔ غرض ”ظلمات فوق بعض“ کی کیفیت طاری رہتی ہے۔ اگر اردو میں فی الفور مسئلہ چین پر ایک دو اچھی کتابیں تصنیف کر کے شائع کر دی جاتیں۔ اور ان میں اس کے تمام پہلو روشن کر دیئے جاتے۔ تو جہل و انہمی کا یہ افسوسناک منظر بھی پیدا نہ ہوتا۔

ہندوستان کے مسلمانوں ہی کو دیکھئے۔ خلافت عثمانیہ اور جزیرۃ العرب کے تحفظ کی خاطر انہوں نے انتہائی قربانیاں دیں ہزارا چربو شمسلمان قید ہو گئے۔ انگلستان کے استعماری نظام کے خلاف نفرت و غیظ کے جذبات سے کئی سال تک سارا اسلامی ہند شعلہ زار بنا رہا۔ اور دو کے اخباروں کی اشاعتیں پندرہ پندرہ میں میں ہزار تک پہنچ گئیں۔ لیکن اس تمام ہنگامے کے باوجود گنتے پڑے سے لکھنوی ہیں جنہیں جزیرۃ العرب اور ترکی میں اجانب کی سازشوں کا تاریخی باجر معلوم ہے۔ ہمارے نزدیک اس قسم کے واقعات حال بزرگوں کی تلافی انگلیوں پر گنتے کے قابل بھی نہ ہو گی۔ جب سیاسیات اسلامی کے ایک اہم ترین مسئلہ کے مالہ و مالہ سے مسلمانوں کی بے خبری و

ناواقفیت کا یہ عالم ہو۔ تو خود ہی سمجھ لیجئے۔ کہ اس مسئلہ کے متعلق تحریک کی حیثیت کیا ہوگی۔ اور اس کی پامنداری اور گہرائی کا کیا حال ہوگا۔ ہندوستان میں اس تحریک کے سلسلے میں جو کچھ ہوا۔ اس کو بھی مولانا ابوالکلام آزاد کی مشہور کتاب ”خلافت عثمانیہ اور جزیرہ العرب“ ہی کا اثر سمجھنا چاہئے۔ جس نے سب سے پہلے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اس مسئلہ کی اہمیت سے روشناس کرایا۔ اگر اسی مسئلہ کی سیاسی۔ تاریخی۔ مذہبی اور تمدنی حیثیات پر پندرہ بیس اچھی کتابیں شائع کر دی جاتیں۔ تو عوام کی بے خبری کا یہ حال نہ ہوتا۔ جو آج نظر آ رہا ہے مغربی استعمار سرزمین عرب میں بدستور کار فرما ہے۔ فلسطین شام۔ عراق۔ نجد۔ حجاز وغیرہ۔ میں سب کے سب کسی نہ کسی حیثیت سے اس کی پیٹ میں آچکے ہیں۔ کرنل لارنس اب تک اپنی تمام فتنہ سازیوں کے ساتھ مصروف کار ہے۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ جس شخص کی نامہ لکھ کو دشمنوں اور سازشوں سے بقاء و ترقی عرب کی آگ مشتعل ہو گئی تھی زمانہ مستقبل میں عالم اسلامی کو کیسے کیسے ہولناک حوادث سے روشناس کرنے والا ہے۔ میرے نزدیک مولانا چراغ حسن صاحب حسرت نے یہ کتاب لکھ کر اسلامی سیاست و تاریخ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ یہ کتاب کرنل لارنس کی سوانح عمری نہیں۔ بلکہ بقاء و ترقی عرب کی ایک مختصر لیکن جامع تاریخ ہے۔ اس کے مطالعہ سے مسلمانوں کو بہت سے ایسے حقائق معلوم ہوں گے جو اس سے پہلے ان

کے پیش نظر نہیں تھے مگر نل لارنس کے متعلق بھی مسلمانوں میں معلومات کی بہت قلت ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے انہیں معلوم ہوگا کہ اس شخص نے دورِ حاضر میں اسلام کی سیاسی قوت کو فنا کرنے میں کس قدر خوفناک حصہ لیا ہے +

تاریخی حیثیت کے علاوہ ادبی پہلو سے بھی مولانا حسرت کی یہ کتاب بحد قابل قدر ہے۔ اور زبان کی صحت۔ انداز بیان کی سلاست و سادگی اور الفاظ و تراکیب کی دلاویزی نے اس کی افادہ حیثیت کو بہت کچھ تقویت دے دی ہے۔ میں دل سے چاہتا ہوں کہ ہر مسلمان اس کتاب کا مطالعہ کرے۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں اس مختصر سے مقدمے کے ساتھ اس کو جمہور کی خدمت میں پیش کرنے کی حرّات کرتا ہوں +

عبد المجید سالک

لاہور  
۹۔ مئی ۱۹۲۰ء



## تہیہ

مغربی اہل قلم جب کسی کتاب کی تصنیف کا ارادہ کرتے ہیں تو ایک عرصہ تک اُس کے لئے مواد فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح حالات کی تحقیق و تدقیق اور تفحص و جستجو میں ایک زمانہ گزر جاتا ہے۔ تو کمیں کتاب لکھی جاتی ہے۔ پھر مدتوں تک اوصلاح ہوتی رہتی ہے۔ اور ان مراحل سے گزرنے کے بعد وہ کمیں دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قابل سمجھی جاتی ہے +

مجھے اعتراف ہے کہ ان اوراق پریشانی کی تالیف میں اس قدر کہد کاوش نہیں کی گئی۔ اس لئے جو اباب علم اس میں محققانہ شان تلاش کرنا چاہیں گے۔ انہیں ایک گونہ مایوسی ہوگی +

اول تو ایک اخبار نویس سے اس قدر کاوش و جستجو کی توقع ہی بیجا ہے۔ اُس کے شایع فکر فقط ہنگامی اور وقتی جوش پیدا کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ پھر قیمتی سے جس زمانہ میں یہ اوراق زیر تحریر تھے ایک لمحہ کے لئے بھی فراغ خاطر اور دلچسپی نصیب نہیں ہوئی۔ اور تو اؤ پریشانی خاطر کے طفیل نظر ثانی بھی نہ



ہوسکی۔ غلم سے جو کچھ نکل گیا۔ نکل گیا۔ پر دقت بھی فشی تھوڑی صاحب نے پڑھے  
 اور بیچ تو یہ ہے کہ اگر ان کا اصول دسری کو تاہیں کا چارہ ساز نہ ہو جاتا تو شاہ  
 یہ چند اجزا بھی شائع نہ ہو سکتے +

عز و دراندگی اور مسعت و شکستہ پائی کی اس حکایت کو کہیں "جذربگناہ"  
 "پدترادگناہ" کا فتویٰ نہ دیدیکھے گا۔ بلکہ اسے اعتراف گناہ کہئے۔ کیونکہ گناہ اور ان  
 میں جس قدر رعایاں ہیں۔ وہ میری ہیں۔ اور مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی تامل نہیں  
 کہ اگر خستہ مضطرب اور خستہ ہیں۔ بعض مقامات پر کتابت کی ایسی غلطیاں  
 گئی ہیں جنہیں دیکھ دیکھ کر متفعل ہوتا ہوں +

اس کتاب کی تحریر میں نے "رابرٹ گریوز" کی کتاب "لارنس اینڈ ارب" اور  
 اور لاول کی کتاب "وہ لارنس اینڈ ارمینیا" کے علاوہ لارنس کی دہنی تعنیف "ریورڈ  
 این وی ڈورٹ" سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جملہ پاشا مرحوم کے روزنامے سے بھی کافی  
 مدد لی ہے۔ پہلے ارادہ تھا کہ لارنس کے سوانح حیات لکھے جائیں۔ پھر خیال گذرا کہ  
 جب تک بغاوت عرب کا اجمالی تذکرہ بھی نہ آجائے۔ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔  
 ہی خیال تھا کہ کتاب کا حجم بڑھنے نہ پائے۔ کیونکہ ہمارے اہل وطن طلسم ہوش  
 کے ڈیڑھ ہزار صفحے تو پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن بغاوت عرب کی طویل تاریخ کون  
 نتیجہ یہ ہوا کہ اس مجموعہ کو اٹھا کر دیکھتا ہوں تو نہ اسے بغاوت عرب کی تاریخ  
 کہہ سکتا ہوں۔ اور نہ لارنس کے سوانح حیات کا نام دے سکتا ہوں۔ بلکہ دونوں  
 بین بین ایک میسرے چیز نظر آتی ہے +

اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کتاب کی نثر

(ط)

کا خیال مجھے اُس زمانہ میں پیدا ہوا جب میں زندہ دار کے ادارہ تحریر میں تصانیفوں کو لکھنا چاہئے کہ یہ کتاب مولانا ظفر علی خاں کے فیضِ محبت، نتیجہ اور انصافِ بزرگانہ کی یادگار ہے۔ اور اس اعتبار سے انہیں کے نام کو اس کا سرنامہ اور عنوان سمجھنا چاہئے۔

چراغِ حسنِ حسرت



# پہلا باب

## عرب و غرب

مشرق اور مغرب کی آویزش اُس عہد سے بروئے کار چلی آتی ہے جب مغرب کی ایک آبرو باختہ حیزہ میلین نے ایک مشرقی شاہزادہ کے شہستانِ عشرت کو آباد کیا تھا۔ تاریخ کے صفحات اس کشمکش کی خویش داستان سے رنگین ہیں۔ جو عجم و یونان کے مابین صدیوں تک جاری رہی۔ ہر مرتبہ مغرب کا سرِ مشرق کے آستانہ جلال پر جھک جاتا رہا۔ تا آنکہ مقدونیہ سے ایک بلند اقبال کشور کٹا اٹھا۔ جس نے اپنی عظمت و سلطنت کا نقارہ سارے مشرق میں بجا دیا۔ لیکن اسکندر کی فتحیہ چاندروزی مہمان تھی۔ اُس کی آنکھیں بند ہوئے ہی پھر وہی مشرق تھا۔ اور وہی مغرب مشرق کی روحانی فتح | مشرق نے محض سیاسی جیشیت کا ہی مغرب پر برتری حاصل نہیں کی بلکہ مغرب کو روحانی تشنگی ٹھکانے کے لئے بھی مشرق کے جانب ہی رجوع کرنا پڑا۔ یعنی

سہ تہیں میلان شاہ آپاداماکی پوری اپنے عہد کی حسین ترین عورتوں میں سے تھی۔ اُسے طوائف کا شمار وہ پتیس اڑا لیا تھا۔ اس واقعہ کو قراچین کے عمار بن قلیم کی اقتدار پہلی لکھا ذکر یونانی علم الامثال کی ۴

دکھائیوں میں بالتفصیل ہے۔ یونان کے مشہور شاعر ہومر نے بھی اس سرکہ کے ذکر میں ذور بیان دکھایا ہے۔

سکندر کے کشمیر کشایانہ اقدام کو مشکل تین سو سال گزرے تھے کہ جناب مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کا پرچار مغرب میں ہونے لگا۔ اور روما اور یونان کے عناصر پرستوں نے مسیحیت کا حلقہ ارادت اپنے کانوں میں ڈال لیا۔ جزائر برطانیہ کے وحشی بھی اس چشمہ سے سیراب ہوئے۔ یہ مشرق کی روحانی فتح تھی جس کا سکند آج بھی مغرب پر بیٹھا ہوا ہے +

عربوں کی نہضت مشرقی فتنہ کی کے اس سلسلہ ندریں کی ایک کڑی ہے اور اس اعتبار سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ کہ عربوں نے مغرب کو سیاسی حیثیت سے ہی محکوم نہیں بنایا۔ بلکہ مغرب اُن کے علم اور فلسفہ سے بھی اثر پذیر ہوا۔ آج جو فلسفہ مغرب کی کلاہِ فخر کا آئینہ بنا ہوا ہے۔ وہ دراصل عربوں کا بخشا ہوا ہے۔ اور تو تھکی تعلیمات جن پر عیسویت ناز کرتی ہے۔ اسلام کے نورِ سرمدی کی ایک کرن کے سوا اور کچھ نہیں +

عرب فاتحین نے ہر قہر کے ایشیائی مقبوضات ایک ایک کر کے چھین لئے۔ اور فلسطین جو مسیحیت کا گہوارہ ہونے کے باعث عیسائیوں کے نزدیک بہت تقدس رکھتا تھا اُن کے ہاتھ سے نکل گیا۔ عرب مجاہدین بڑھتے بڑھتے قسطنطنیہ کی دیواروں تک پہنچ گئے۔ اُدھر شمالی افریقہ میں بھی انہوں نے عیسائیوں کو شکست دی اور تمام اہم مقامات پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے حوصلوں کے سامنے ایشیا اور افریقہ کی وسعتیں پہنچ گئیں۔ انہوں نے یورپ کی جانب توجہ کی۔ اور ہسپانیہ کے ساتھ خاندان کی قبائے عظمت پارہ پارہ کر ڈالی۔ ہسپانیہ کو فتح کر کے وہ فرانس کی جانب بڑھے۔ اور یہ ملک بھی فتح کرتے چلے

گئے۔ آخر دیا گئے لوہے کے کنارے عربوں کی تختی کا سیلاب دسک گیا۔ باہمی  
افراق کی بدولت انہوں نے ایسی شکست کھائی کہ فرانس کا منقوعہ علاقہ بھی قبضہ  
میں نہ رہ سکا +

غلامانیاں | اس سلسلہ میں یہ ملحوظہ نظر رکھنا چاہئے۔ کہ عربوں کی فتحنہی کے اس دور میں  
مغرب کے شعراء اور داستان گو ایسا لڑکچہ پیدا کرنے میں مصروف تھے جو مسلمانوں  
کی مذمت پر مشتمل تھا۔ اور جس میں ان کے عقائد کو نہایت تاریک رنگ میں  
پیش کیا گیا تھا۔ عربوں کے متعلق نہایت بے سرو پا اور لائقہ مشہور تصدیق کا  
مقصد صرف اس قدر تھا۔ کہ عیسائیوں کے قلب میں ان کے خلاف نفرت  
کا جذبہ پیدا کر دیا جائے۔ مثلاً یہ عقیدہ عام تھا۔ کہ عرب بت پرست ہیں۔ اور  
ان کے سب سے بڑے بت کا نام (عیاذ باللہ) محمد ہے۔ ان غلط بیانیوں  
نے ساری مسیحی دنیا میں آگ لگا دی۔ اور عربوں کے خلاف نفرت و عناد کا جذبہ  
بہمہ گیر ہو گیا +

فتنہ تانار اعلیٰ گھوٹان تخلیص کو فرزند ان توحید سے جس قدر شدید عداوت رہی  
ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے بھی ہو سکتا ہے کہ محض عربوں کے مشرقی اقتدار کو  
شکست دینے کے لئے بیدین تاناریوں سے روابط دوستی قائم کئے گئے۔ اور باپا  
اعظم کی جانب سے تاناری شہنشاہ کی خدمت میں سفارت بھیجی گئی۔ اگرچہ ارباب  
تاریخ نے فتنہ تانار کے اسباب و علل کے سلسلہ میں ان حقائق کو نظر انداز کر دیا ہے  
لیکن اہل نظر خوب جانتے ہیں۔ کہ وہ برقی بلا جو مستعمرانہ کے کاٹانہ اقبال پر گری  
سے مسیحی عام طور پر مسلمانوں کو کاٹ رہے تھے +

دشمن قبحاق کی پہنائیوں سے تھیں۔ بلکہ بحیرہ روم کے ساحل سے اٹھی تھی +  
 آخر مسیحوں کی مذہبی دیوانگی حروب صلیبیہ کو برپا کرنے کا رے آئی۔  
 اور وہ مجنونانہ جوش سے فلسطین کی جانب بڑھے۔ لیکن نورالدین زنگی، اور صلاح  
 الدین ایوبی کی تلواروں نے فولا دی دیواریں بن کر اس بڑھتے ہوئے سیلاب  
 کو روک لیا +

اس میں شک نہیں، کہ کچھ عرصہ تک فلسطین اُن کے قبضہ میں رہا۔ اور  
 یروشلم کے گلی کوچوں میں عربوں کا خون بیدار رہ بھایا گیا۔ لیکن یہ اقتدار عارضی  
 تھا اور صلاح الدین ایوبی کے مجاہدانہ عزم کی بدولت مشرق میں کہیں بھی  
 اُن کے قدم جم نہ سکے۔ اور صرف ترکان عثمانی کی برقی شمشیر چمکی۔ اور عیسائی جو مشرق  
 میں اقتدار قائم کرنا چاہتے تھے۔

..... مغرب کی بائزنطینی سلطنت کو بھی مسلمانوں کے فاتحانہ حوصلوں کی نذر  
 ہونے سے بچا نہ سکے۔ چنانچہ اِدھر مشرق میں صلیب سرنگوں ہوئی اور اُدھر مغرب  
 میں ترکوں کا ہلالی پرچم لہرانے لگا۔ صرف یہ امر اُن کے لئے باعث تسکین تھا کہ  
 عین اُسی زمانہ میں جبکہ مغرب میں ایک اسلامی سلطنت کا آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔  
 غرناطہ کی اسلامی حکومت کا ستارہ غروب ہو رہا تھا۔ ایک شمع جلائی جا رہی تھی  
 اور دوسری بجھ رہی تھی +

ہسپانی سلطان | مسلمانوں کو جس طرح ہسپانیہ سے نکالا گیا اُس کی المناک داستان تو  
 کسی دوسری فرصت کی محتاج ہے۔ لیکن یہاں اس قدر کہنا کافی ہوگا۔ کہ سر  
 زمین ہسپانیہ کو مسلمانوں کے وجود سے پاک کرنے کے لئے مجاہد مقدس المکالمہ

کیا گیا۔ اور ملکہ ازبلا کی مدد کے لئے انگلستان اور فرانس سے ”مجاہدین“ کے لشکر بھیجے گئے۔

ترکان عثمانی کا دامن ہمیشہ اس داغ سے آلودہ رہے گا کہ انہوں نے کیا نبوی  
مسلمانوں کی پیغمبروں کے باوجود ان کی اعانت نہیں کی۔ اور غلام کا آخری نصیب

ملہ ابوالفضل صالح بن شریف الدہلوی نے جو اس عہد کا ایک نغز گو شاعر تھا۔ ایک دہلی باز مرثیہ لکھا۔ جس میں آندیس کے مسلمانوں کی بچھاوگی کا ذکر کر کے مسلمانان عالم سے اعانت کی التجا کی گئی تھی۔ سلطان مراکش نے اس کی تعمیل اکثر مسلمان باو شاہوں کے پاس بھیج دیں۔ اس مرثیہ کے آخری اشعار جو درود حسرت کے سرمایہ دار ہیں۔ پڑھئے۔ اور مسلمان مسلمانین کی بے دردی کا ماتم کیجئے +

(۱) اے غیوب! اوپر کی کھڑکی کے گھوڑوں پر سوار ہونے والو جو گھوڑوں کے میدان میں غائب ہیں۔

(۲) او ہتھیاری کھادیں اٹھائے والو۔ جو غریب کا دروازے کی گھڑکی میں شعلہ کی طرح چمکیں۔

(۳) اوسمنہ پر رامت کی زندگی بسر کرنے والو اور اپنے گھر وں میں عزت سے رہنے والو

(۴) کیا تمہیں اہل اندلس کی بھی کچھ خبر ہے؟ انکی لڑاکا شان کو دیکھ کر شہر سوار دنیا کے اطراف میں پہنچ چکے ہیں

(۵)۔ ضعیف و ناتوانی اور اسیرت سے امداد کے لئے بار بار فریاد کر چکے ہیں۔ مگر مدد دینے والے کسی فرد بشر کی نگاہِ محبت جنبش میں نہیں آئی +

(۷) مدنی اسلام جو بننے کے باوجود دھرم نے یہ سر دھری

یار اکین عنان الجحیل مناصرة  
 کا نہانی مجال السبق عقبان  
 وحاملین سیوف المہند مرہفہ  
 کا نہانی ظلام النقع نیورن  
 وراقین وراء البحر فی دعتہ  
 لہم باوطنہم عز و سلطان  
 اعدا کم بناء من اهل نداس  
 فقد سوي مجد یت القوم وکبان  
 کم یستغیث بنا المستضعفون وهم  
 قتلى واسوی قما یهتزا انسان



تاجدار ابو عبد اللہ اشک حسرت ہما تانے سے مستقر سلطنت سے نصحت ہو گیا +  
 ترکوں کے کفر و کثافت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "میں نے کبھی ترکوں کے عادات و آداب کا تذکرہ نہیں کیا۔ اور یہ حقیقت" راز و رونا پرودہ "نہیں کہ مجاہد ترک مدیوں تک مغرب کے  
 سینہ پر کا بوس بن کر سوار رہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے۔ غلط آباد فرنگ میں وہ تلو  
 کے زور سے دن بسر کر رہے تھے +

یورپ کی مسیحی سلطنتوں نے کبھی مدق نیت سے ان کے ساتھ دوستانہ  
 تعلقات قائم نہیں کئے۔ اور ان کی حریفیں نکاح میں ہمیشہ ترکوں کے مشرقی مقبوضات  
 پر پڑتی رہیں۔ ترکی سلطنت کے دور انحطاط میں دو فرنگ سازشوں کے حربے  
 لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ترکوں کے مغربی اور مشرقی مقبوضات کا بیشتر حصہ ان  
 کے قبضہ سے نکل گیا +

وہ طرابلس اور بلقان کی محاربات سے ابھی بھٹک سنبھلے تھے کہ جزیرہ نمائے  
 بلقان سے جنگ کی آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ اور محاربہ عمومی کا آغاز ہو گیا۔  
 ترکوں کے لئے اس کے ہوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ کہ وہ اس آگ میں کود پڑیں کار  
 کنان قضا و قدر کو یہی منظور تھا کہ پرستارانِ صلیب کی دیرینہ آرزو پوری ہو۔ اور ارض  
 مقدس ان کے قبضہ میں آجائے +

کیونکہ احمقیاں مکرری۔ خدا کے بندوں کو تو نہیں  
 میں ایک دوسرے کے بھائی ہو +  
 (۱) کیا اس خراب آبادیات میں کوئی ایک بھی  
 ایسا نہیں جو غیرت مند اور ذی ہمت ہو۔  
 کیا نیکی بدی میں ایک دوسرے کو ہتھ بٹانے  
 والے دنیا سے اٹھ گئے +

ماذالتقاہ فی الاسلام بینکم  
 وانتم یا عباد اللہ اخوان  
 الا نفوس البیات لها ہمم  
 اعما علی الخیر الصاروا عوان

بقرہ

# دوسرا باب

## شریف حسین اور ترک

شریف حسین کا مورث اعلیٰ ققادہ سادات جیندہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ققادہ ایک باتدیر اور صاحبِ عزم شخص تھا۔ اُس نے عرب میں ایک قوی شوکتِ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اور یمن سے خیر تنگ تمام ملک پر تصرف ہو گیا۔ وہ اپنے میں محمد ابن النعمانی نے جو خاندان ققادہ کا ایک جلیل القدر فرمانروا تھا۔ قسطنطنیہ پہنچ کر کہ مغرب کی چابیاں سلطان سلیم کے سپرد کر دیں۔ اور اس تاریخ سے عرب ترکانِ عثمانی کی حفاظت میں آ گیا۔

نصاری کے حوصلے یہ عہدہ ہے جبکہ ایک اُلو العزم پر نگیز جہازوں "واسکو ڈے گاما" ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کر چکا تھا۔ اور مشرقی ہندو فرنگتانی جہازوں کی جولانگہ بن چکے تھے۔ اہل فرنگ نے مشرق میں پہنچ کر دیکھا۔ کہ دنیا کی وہ عجیب ترین قوم جس کے کشور کشایانہ حوصلوں اور مجاہدانہ اقدام نے اُن پر مغرب کی وسعتیں تنگ کر دی ہیں۔ اور جس کی ترکناز سے مغرب کی کوئی سلطنت محفوظ نہیں۔ عرب کو اپنا دینی مرکز سمجھتی ہے۔ تو انہیں خیالی گزرا۔ کہ اگر اس سرزمین پر

مسیحیت کا علم اقتدار لانے لگے۔ تو مسلمانوں کی شاہی حکومتوں اور آزادی کو غلامی سے بدل دینا چنداں دشوار نہیں۔ لیکن جلد ہی ان پر یہ حقیقت بھی کھل گئی۔ کہ اگر کسی مسیحی نے اس ارض پاک کو اپنے قدموں سے آلودہ کرنے کی جرات کی۔ تو دنیا کے ہر گوشہ سے فرزند ان توحید علم ہواو لے کر آٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور پرستار ان صلیب پر عرصہ جات تنگ کر دیا جائے گا۔ اس لئے انہوں نے عرب پر حملہ کی جرأت تو نہ کی۔ لیکن اس ملک کے اقتصادی اور تجارتی ذرائع پر قبضہ کرنے کے لئے سازشیں ہونے لگیں +

مغربی جہل طراز اپنے اس ارادہ میں کسی حد تک کامیاب ہوئے۔ یعنی عرب کے ساحلی مقامات پر انہوں نے دام فریب پھیلا دیا۔ چنانچہ ۱۸۹۸ء میں برطانیہ نے سلطان سقط سے ایک تجارتی معاہدہ کیا جس میں بحرین کے شیوخ سے اسی نوع کا عہد نامہ کیا گیا۔ اور ۱۸۹۹ء میں عدن اس کے قبضہ میں آ گیا +

موجودہ یمن | عدن پر قبضہ کرنے کے بعد شریف مکہ پر ڈورے ڈالے گئے۔ اس وقت شریف حسین کا دادا محمد المنون شریف مکہ تھا۔ یہ شخص باسانی اس دام میں آ گیا۔ اس کی فرنگی دوستی نے حلقہ گوشانِ ثلثیت کو دلیر کر دیا۔ اور اس کی بے دینی کی بدولت ایک انگریز تیار ڈاؤنی نام مدتوں اس ارض پاک میں جس کے دروازے مسیحیت کے فرزندوں پر ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے گئے تھے رہ کر عرب کے محاشرتی اور مذہبی حالات قلمبند کرتا رہا۔ محمد المنون کو ۱۹۰۷ء میں ایک بدو کے

لہ چالیں ڈھنگو ڈاؤنی کی کتا پتھر چھوئے عرب کی سیاحت پہنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جس کا مندرجہ ذیل لافٹ لکھا

خنجر نے شریعت اجل پلا دیا +

جب سلطان عبد الحمید خاں مرحوم نے حجاز ریلوے کی تعمیر کا ارادہ کیا تو محمد المنون کے فرزند علی نے جو اپنے باپ کا صحیح جانشین تھا۔ اور جسے فرنگی دوستی اور اسلام دشمنی و رشتہ میں ملی تھی۔ عربوں کو سلطان کے غلات اُگسایا۔ اور انہوں نے حجاز ریلوے کے ایک حصہ کو تباہ کر دیا۔ سلطان عبد الحمید خاں کی نگاہ دور رس نے پہچان لیا کہ علی کا بیٹا حسین ایک کش اور عیار نوجوان ہے۔ اور اگر اسے اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے آزاد چھوڑ دیا گیا۔ تو وہ ترکوں کے مشرقی اقتدار کے لئے بہت خطرناک ثابت ہو گا۔ چنانچہ حسین کو قسطنطنیہ میں طلب کر کے نظر بند کر لیا گیا۔ لیکن بظاہر وہ شاہی مہمان تھا۔ اور اس کے تمام مصائب خواہ سلطانی سے ادا کئے جاتے تھے +

ابن اتحادی (حسین ابن تنول) میں ہی تھا کہ نوجوان ترکوں نے اپنی یکتائی کا علم بلند کیا۔ اور انہیں ”اتحاد و ترقی“ جس کے ارکان میں آئور طلعت اور جمال جیسے محبت وطن اشخاص شامل تھے۔ اقتدار حاصل کر کے سلطان عبد الحمید خاں کو معزول کر دیا + یہ انقلاب ایک سلطان کے عزل اور دوسرے کے نصب تک ہی محدود نہیں تھا۔ بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ سلطنت کی حکمت عملی میں ایک ترقی واقع ہو گیا۔ اور ترکی کے طول و عرض میں وطنیت کے وہ افکار و عقاید پھیل گئے جن کی اشاعت مغربی مفکرین ایک عرصہ سے کر رہے تھے + نوجوان احرار نے حسین اور اس کے فرزندوں کو رہا کر دیا۔ اور صرف رہا ہی نہیں کیا۔ بلکہ حسین کو شریف تہذیب قرار دے کر اس کے جراثیم پر خط عفو کھینچ دیا +

حرکت ملیت پسند حرکت و ملیت کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ اس سے عربستان بھی متاثر ہو چکا تھا۔ اور بعض عرب ارباب فکر جن میں زیادہ تر شامی فوجوان تھے۔ ایک عرب سلطنت کا خواب دیکھ رہے تھے۔ ان افکار کا سہ چشمہ مغرب تھا۔ اور ترکوں سے عربوں کا پیوند قطع کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی طریق نہیں ہو سکتا تھا۔ کُرُن کے دماغ میں وطنیت اور آزادی کے خیالات بے ترتیبی سے ٹھونس دیئے جاتے۔ وطنیت کے اس مجنونانہ جذبہ کو فہم و بصیرت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن چونکہ بظاہر یہ جذبہ نہایت جاذب نظر اور دلکش دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے اس عہد کے اکثر فضلا بھی گمراہ ہو گئے۔ اور عرب کی حرکت و ملیت کی حمایت و تائید کرنے لگے۔ ان لوگوں میں "النار" کے فاضل رئیس التحریر علامہ رشید رضا بھی تھے۔ جن پر بعد میں ظاہر ہو گیا۔ کہ ارباب غرض نے وطنیت کا ڈھونگ کھڑا کرنے میں کیا مصلحت دیکھی تھی۔ جب جنگ عظیم کا آغاز ہوا تو یہ تحریک شباب پر تھی۔ شام اور فلسطین میں بعض انقلابی مجالس مرتب ہو چکی تھیں۔ اور عربوں کو ترکوں کے خلاف براہِ نیجہ کیا جا چکا تھا۔ لیکن جب ترکوں نے جنگ میں جرمنی کا ساتھ دینے کا ارادہ کیا۔ اور استنبول سے تمام رؤسا اور وعدہ کے نام فراہم جاری کئے گئے تو حسین نے ترکان احرار کو یقین دلایا کہ ساما عربستان اُن کے علم کے نیچے مجتمع ہو کر تحفظِ حرمت و ناموسِ اسلام کی خاطر کٹ مرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔

شرکے مطالبات اور ترکوں کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا جا رہا تھا۔ اُدھر بحیرہ قلزم کے غیر آباد ساحل پر انگریز افسروں سے خفیہ ساز باز ہو رہا تھا۔ اور ضمیر فردشی اور غداری کی قیمت طلب کی جا رہی تھی۔ حسین کے مطالبات یہ تھے کہ شمال میں

ترسینا تک۔ جنوب میں بحر ہند تک۔ اور مشرق میں ایرانی سرحد تک تمام علاقہ پر اس کی بادشاہت تسلیم کر لی جائے۔ انگریزوں نے جواب دیا کہ ترسینا۔ اسکندرون اور حصہ دیگر عرب میں شامل نہیں ہیں۔ اس لئے اس علاقہ پر اس کی سیادت منکوحہ نہیں کی جاسکتی۔ البتہ مشرقی اور جنوبی حدود کے متعلق اس کا مطالبہ منظور ہے۔ غرض کہ حسین نے ان شرطوں پر انگریزوں سے معاہدہ کر لیا۔ اور بناوٹ کے تقیب اور داعی یہ خبر لے کر تمام عربستان میں پھیل گئے۔



# تیسرا باب

## بغاوتِ عرب کے اسباب و علل

تاریخ کا طالب علم جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کا ذہن فوراً ان اسبابِ علل کی تلاش و جستجو میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جنہوں نے سارے عرب کو ترکانِ عثمانی کے مقابلہ میں صف آرا کر دیا۔ اور جب اُسے ترکوں کی مشرقی حکمتِ عملی میں کوئی ایسا واضح اور نمایاں نقص نظر نہیں آتا جو بغاوت کا محرک ہوا ہو۔ تو قدرتا اُس کا ذہن ان مغربی طاقتوں کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ جنہوں نے اس عینا اسی انقلاب میں فائدہ اٹھایا۔ اور سوچنے لگتا ہے۔ کیا انقلاب کی وہ چنگاری جو عرب کے خرمینِ عافیت کے حق میں برقی بلا بن گئی۔ استعمارِ مغرب کے آنشکدہ سے آئی تھی اور حقیقت بھی یہی ہے۔ یہیں عربستان کی بغاوت کے محرکات تلاش کرنے کے لئے اسی گوشہ کی جانب رخ کرنا چاہئے۔

کارلائل اور علمائے اجتماع کا ایک گروہ کہتا ہے۔ کہ افرادِ جماعتوں میں انقلاب لے کر لاندس نے لندن ٹائمز کے ایڈیٹر کے نام سرفاروس میں جو مکتوب لکھا تھا۔ اُس میں خود اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ عرب ترکوں کی سلطنت سے خوش تھے۔

برپا کر کے اُن کے سیاسی نظام کو یکسر تیز کر دیتے ہیں محققین کے ایک دوسرے  
گروہ کا خیال ہے۔ کہ جماعتیں انقلاب برپا کرتی ہیں۔ لیکن عرب کا انقلاب بہت  
جذبہ افراد کا مرکب ہون منت تھا جو عربوں کے طبعی ترجمان نہ نہ ہب اور تہذیبی روایات  
سے باخبر تھے۔ اس میں شک نہیں کہ عربوں کی طبیعت میں انقلابی اثر قبول کرنے  
کی صلاحیت موجود تھی۔ وہ ایک سیاسی شعور کے مالک تھے۔ لیکن اس استعداد  
سے فائدہ اٹھا کر انہیں بناوٹ اور کثرت پر آمادہ کرنے والے معدودے چند افراد  
تھے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ افراد کون تھے۔ کیا عرب میں ایسے۔ کمال پاشا۔  
یا مسعودی جیسی کوئی شخصیت پیدا ہوئی۔ نہیں حقیقت یہ ہے کہ ان افراد کو فطری جذبہ حب  
وطن نے دعوت انقلاب دینے پر آمادہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ اُن میں بعض ارباب غرض  
تھے۔ اور بعض مغرب کے مجہول افکار اور وطنیت کے رنگستانی تخیل کے دلدلہ جنہیں  
دول مغرب نے اپنا آئہ کار بنا رکھا تھا۔ غرض کہ یہ لوگ دراصل استعمار مغرب کے نقیب  
تھے۔ لیکن انہوں نے خود کو وطنیت کا داعی سمجھ رکھا تھا۔

شریف حسین اقتدار کا جو یا تھا۔ اُس کے چاروں فرزند علی فیصل۔ جمال آباد  
زید جاہ و جلال کے بھوکے تھے۔ اور اُن کی پشت پر انگریزوں اور فرانسیسیوں کا دست  
شفقت تھا۔ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ جو نیک نیتی سے "استقلال عربستان" کو منہائے  
نظر سمجھے ہوئے تھے۔ لیکن دراصل اُن کا تصور وطنیت بھی اہل مغرب کی حیلہ بازیوں  
کا مرکب ہون منت تھا۔

دنیا کے ہر ملک میں حقوق مساوات۔ اخوت اور تہذیب کے نام پر دعوت  
انقلاب دی گئی۔ لیکن دراصل اس دعوت کی پشت پر تنبیہ شخصیتیں تھیں۔ جو نظام سیاسی



کے بدلتے ہی برہنہ تلواریں لئے نمودار ہوئیں۔ اور تو آؤر فرائض میں جہاں شاہی اور ملکیت کے خلاف نہایت کامیاب جہاد کیا گیا۔ یہی صورت پیش آئی۔ یعنی ابھی انقلاب کا طوفان مکمل تھا تھا۔ اور قوم کی تخریبی اور سبلی قوتیں چند لمحوں کے لئے آسودہ ہوئی تھیں۔ کہ بیکایک پرستاران انقلاب کے گروہ سے ایک مستبد شخصیت نمودار ہوئی۔ اور ان تمام لوگوں نے جو شاہی کے تصور سے لرز جاتے تھے اُس کے سامنے سر جھکا دیا۔ اور اُسے اپنا شہنشاہ تسلیم کر لیا۔

عرب میں کوئی بولین پیدا نہیں ہوا لیکن اخوت و حریت کے وعظ کی پشت پر استبداد کا وجود ضرور تھا۔ شریفین حسین بذات خود کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ وہ تو محض ایک حربہ تھا۔ جسے دول فرنگ نے اپنے مستعمرانہ عزائم کی پیش رفت کے لئے استعمال کر کے پھینک دیا۔ درحقیقت عرب کی دعوت حریت، یا بولوں کہئے کہ اتحاد عرب اور استقلال عرب کی اس عافیت سے تخریک کی پشت پر استعمار فرنگ کی مستبدیت تھی اور جب انقلاب کی آگ فرو ہوئی تو یہ قوت برہنہ تلوار لئے نمودار ہوئی۔ سارے عہود و موافق طاق پر دھرے رہ گئے۔ اور فریب خود دکان و وطنیت کی آنکھیں کھل گئیں۔

پان اسلامزم [مسیحی دنیا] پان اسلامزم یعنی اسلام کی بین الاقوامی دعوت سے بہت خائف تھی۔ اسے بخوبی معلوم تھا کہ اگر مختلف النسل مسلمان متحد ہو گئے۔ تو اس کا وجود سارے یورپ کے لئے ایک خطرہ بن جائے گا۔ اس اتحاد اسلامی کو شکست دے کر ترکوں کو یورپ سے نکالنے اور اسلامی ممالک کو مسیحیت کے حیلہ اقتدار میں لانے کے لئے ایک وسیع سازش کی گئی۔ ترکوں کو پہلے وطنیت کا درس دیا گیا۔ یعنی یہ کہ کیا۔ کہ وہ ترک

ہیں۔ عربوں اور مصریوں سے ان کا کوئی نسلی رشتہ نہیں۔ اس لئے انہیں وطنیت کو اخوت اسلامی پر مقدم سمجھنا چاہئے۔ پھر تحریک اتحاد توراتی کا علم بند کیا گیا۔ یعنی وانگا کے کنارے سے باسفورس کے ساحل تک یہ صدائیں آئیں گی۔ کہ تمام تاتاریوں کو جو قفقاز، قازان، کریمیا، استراخان، ترکی اور افغانستان میں پھیلے ہوئے ہیں تھی، ہو جانا چاہئے +

اتحاد توراتی پروفیسر ویسٹری کے قلم نے اس تحریک کا نام اچھالنے میں بہت حصہ لیا اور روسی مسلمان تو اس خیال سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ وہ روس کو چھوڑ کر ترکی میں آباد ہونے لگے۔ انہی دنوں ایک تاتاری ادیب یوسف بے اچقر اوغلو نے قسطنطنیہ میں مجلس اتحاد توراتی کی بنیاد ڈالی۔ اور توراتی تحریک کی تائید و حمایت میں ایک کتاب لکھی جس کا نام تین سیاسی نظام ہے +

دوسری جانب عربوں سے کہا گیا کہ ترک اسلام کو چھوڑ چکے ہیں۔ مذہب سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ کوئی محبت ایسی نہیں جس کے ارتکاب پر وہ اپنے نفس کو دلیر نہ پاتے ہوں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ عرب عربی کو چھوڑ کر ترکی زبان اختیار کر لیں۔ ان کی شوخ چہنی اور دیدہ دلیری اس حد تک جا پہنچی ہے کہ وہ قرآن کریم میں تحریف کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن میں انبیاء علیہم السلام کے اسماء کی جگہ تاتاری بادشاہوں کے نام لکھ دیئے ہیں۔ عربوں کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر بہانہ مشہور کر دیا گیا کہ ترک خدا کے واحد کے بجائے "گرگ سپید" کی پرستش کرتے ہیں جنہیں ان کے اسلاف ظہور اسلام سے پہلے وسط ایشیا کے برفانی میدانوں میں ہوجا کرتے تھے۔ غرض کہ ترکوں کے الحاد کی داستانیں کچھ اس طرح بیان کی گئیں کہ

عرب اُن سے قطعاً متنفر ہو گئے +

اس کے ساتھ عربوں کو وطنیت کے ہم رنگ زمین و اہم میں الجھانے کی کوشش کی گئی۔ انہیں اسلام کے کارنامے یاد دلانے گئے۔ اور یہ اعتراف کیا گیا کہ فرنگستان میں تہذیب کی جوش تھیلیاں بکھیر رہی ہے۔ اُس کی روشنی اسلام کے چراغ ایزد فروز سے مستعار لی گئی ہے + انہیں یہ کہہ کر غیرت دلائی کہ عرب جنہیں قرآن کے مخاطب اولین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ محمدؐ ترکوں کے محکوم کیونکر رہ سکتے ہیں + چنانچہ اسی زمانہ میں جبکہ ایک جانب اتحاد تورانی کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ دوسری جانب اتحاد عرب کا راگ الا یا جارا تھا +

سیسی پادری مغربی استثمار کے نقیب میں۔ وہ اگرچہ مرکز عرب میں پہنچ کر ان خیالات کی اشاعت تو نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن شام اور فلسطین میں وہ جہاں جہاں پہنچ سکے اسی نوع کے افکار نہایت سرعت سے پھیل گئے یعنی لوگ ایسے بھی تھے جو عربوں کا بھیس بدل کر حجاز تک جا پہنچے۔ مشہور سیاح ڈاؤنٹن عرصہ تک حجاز میں

ملہ ملاحظہ ہو دو لائنیں ان عربیہ لائنوں کے ساتھ عرب میں۔ معنف لادل شام۔ صفحہ ۵۰۔

ملہ جن مغربی سیاحوں نے عرب کی سیاحت کر کے اُس کے آثار کا معائنہ کیا۔ ان میں سب سے پہلا شخص نیو ہمر ہے۔ ملائکہ دین ڈنمارک کی حکومت نے سیاحوں کا ایک وفد بھیجا تھا۔ نیو ہمر اس جماعت کا سرگروہ تھا۔ لیکن اُس کی سیاحت زیادہ حرمین کے علاقہ تک محدود رہی۔ اس کے بعد ہمبرج۔ یونائیٹڈ کنگڈم نے عمیر کی سیاحت کی۔ ان کے بعد ڈاؤنٹن جو اُس کے آثار کا مطالعہ کیا۔ ملائکہ دین اوسے نے سب کے سب ہمارے تحقیق کی۔ اس کے بعد آسٹریا کے ایک ماہر علم آثار گھوزر نے حیرت انگیز آثار کا معائنہ کیا۔ لیکن یہ لوگ سوا اعلیٰ علاقوں سے

رہا۔ وہ عربی زبان نہایت صفائی اور روانی سے بولتا تھا۔ اور کسی کو لوجہ بھر کے لئے بھی شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ افرنجی الاصل عیسائی ہے۔ ٹاس لاول نے ایک اور مسیحی حسن ابن خلیل کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو امیر فیصل کی فوج میں شامل تھا۔ عرب اس کے متعلق صرف اتنا جانتے تھے۔ کہ وہ ایک عربی النسل مسلمان ہے جس کی

آگے نہیں بڑھے۔ ڈزریڈے۔ ہرٹش اور تھیوڈور بنٹ نے حفصہ کی سیاحت کی۔ اور دیگر کے اکثر کتابت کو محفوظ کر لیا۔ لیکن حجاز میں بہت کم سیاحوں کو جانے کا اتفاق ہوا۔ سر رچرڈ برٹن ج کے بہانہ سے مسلمان بن کر پہنچا۔ اور مدتوں حجاز کی سیاحت میں مصروف رہا۔ بر کھارڈ نے بھی مسلمان بن کر حجاز کی سیاحت کی۔ اس پر اسلام کی سادگی کا اقرار اس قدر ہوا کہ وہ آخر کار مسلمان ہو گیا۔ حجاز کی سیاحت میں اولیت کا فتح ایک ہسپانی سیاح بیٹھے پیلج کو حاصل ہے جس نے علی بے عباس کے نام سے عثمانیہ میں مکہ منکر کی زیارت کی۔ لیڈی بلنٹ اور ہوبر کی سیاحت بھی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ لیکن انہیں حجاز میں جانے کا موقع نہیں ملا۔ سب سے آخر میں گورڈون اور مس روز ٹانفوریس نے عرب کے ساحلی مقامات کی سیاحت کی۔ ایڈورڈ سنہری پامر کو اگرچہ ان سیاحین اور کشفین میں چنداں اہمیت حاصل نہیں لیکن اس نے اسلامی ممالک کا سفر محض سیاسی اغراض کے ماتحت کیا تھا۔ پامر عربی۔ فارسی اور اردو میں مہارت رکھتا تھا۔ فارسی اور اردو نظم و نثر پر بھی اُسے قدرت تھی۔ جب مصر میں عربی پاشا نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد کیا تو پامر کو اُس کے خلاف پروگنڈا کرنے کی غرض سے بھیجا گیا۔ اُس نے ہمیں بد لکھ مختلف قبائل میں عربی پاشا کے خلاف ایسی پرجوش تقریریں کیں کہ بناوٹ کا پہلا ساز و شور نہ رہا۔ آخر وہ جو الی عرب میں ایک اعرابی کے ہاتھوں قتل ہو گیا +

عمر کا ایک حسد مسیحی ممالک میں بے پروا ہے۔ لیکن حقیقتاً وہ مسیحی تھا۔ اور اگرچہ  
 اُسے یہ جرات تو نہ تھی کہ اپنے مذہبی عقاید علانیہ بیان کر دے۔ لیکن تحریک  
 ”دعوت عربیہ“ کی تائید و حمایت اور اپنے سیاسی افکار کی تبلیغ سے اُسے کوئی نہیں  
 روک سکتا تھا +

غرفکر جنگ عمومی شروع ہوئی۔ تو شام کی ترکی نوج کے تمام عرب سپاہیوں  
 کو بغاوت پر آمادہ کیا باچکا تھا۔ صحرائے عرب کے تمام قبائل ترکوں کے خلاف  
 علم بغاوت بلند کرنے پر تیار بیٹھے تھے جسین کے قاصد ہر قبیلہ کے شیخ کے پاس  
 پہنچ چکے تھے۔ اور شام فلسطین اور حجاز کے عربوں کا کوئی فرد ایسا نہیں تھا جو غلط  
 ترکوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کو اپنی زندگی کا اولین فرض نہ سمجھتا ہو +



# چوتھا باب

## شریف حسین کی حیلہ سازیاں

جنگ عمومی کا آغاز آسٹریا اور سر ویہ کے نزاع سے ہوا۔ لیکن تھوڑی دیر میں سارے یورپ کی فضا آگ کے شعلوں سے چھب گئی اور سمندر کی نیلگیں سطح کو خون کی چادر نے ڈھانپ لیا۔ کہا جاتا ہے کہ محاربہ عظیم کا باعث ایک سر ویہ طالب علم کا جذبہ عشق وطن تھا جس نے ولی عہد آسٹریا کو قتل کر کے دول فرنگ کے لئے پیکار آزمائی کا ایک عمدہ موقع مہیا کر دیا۔ لیکن اہل نظر جانتے ہیں کہ جنگ کی آگ عرصہ سے سلگ رہی تھی۔ اگر ولی عہد آسٹریا کے قتل کا واقعہ ہر روئے کار نہ آتا۔ جب بھی جنگ ناگزیر تھی مغربی استعمار اپنی اغراض پر پردہ ڈالنے کے لئے ہمیشہ ایسے ہمارے تلاش کر لیا کرتا ہے۔

ترک ابتدا میں غیر جانبدار تھے۔ لیکن جنگ کے شروع ہوتے ہی انہوں نے سرحدوں کو مستحکم کرنا شروع کر دیا۔ انگلستان میں فرسکی عساکر کی نقل و حرکت کو غیبی کی نظر سے دیکھا جبار مارتھا جب ترک اس آگ اور خون کے مہیب کھیل میں فرسکیک ہوئے تو برطانی مدبر پکار اٹھے کہ موت کا گھڑ پال بیچ چکا۔ ترکوں نے جنگ



نوجوان ترک وطنی تحریکوں کے حامی تھے۔ اور ان کے نزدیک ہر قوم کو یہ حق حاصل تھا کہ اپنے لئے کامل خود مختار حکومت کا مطالبہ کرے۔ اس لئے انہوں نے ان دیحان و طینت کا حوصلہ بڑھایا۔ اور ان کے جلسوں اور مظاہروں میں خود شریک بنے ہوئے رہے۔ لیکن ان بد بختوں نے پائشائے مصروف کے احسانات کی قدر نہ کی۔ عبد الکریم الجلیلی بطا ہر تو یہ کہتا تھا کہ شام و فلسطین کے شجاع عرب ایسی نازک ساعت میں خلیفۃ المسلمین کے وفادار رہیں گے۔ اور ایک خاص مجلس میں اپنے رفقا سمیت حلف و فاداری اٹھا چکا تھا لیکن دراصل ترکوں کے خلاف برا برسازشیں ہو رہی تھیں اور ارباب شر و فساد سیدون اور طائر کے اضلاع میں بغاوت برپا کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ جون ۱۹۱۵ء میں جمال پاشا کو اطلاع ملی کہ شام میں بغاوت کا فتنہ سر اٹھ رہا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ اصلاح کی تمام راہیں مسدود ہو چکی ہیں۔ تو عبد الکریم اور اس کے رفقا کی گرفتاری کے احکام صادر کر دیئے۔

سازش کا انکشاف | اب عجیب عجیب راز کھلے۔ کئی دستاویزیں پیش ہوئیں جن سے معلوم ہوا کہ بغاوت کی ساری نچت و پز ہو چکی تھی۔ ایک اور اطلاع یہ بھی ملی کہ شام کے عیسائی اس ملک میں فرانسیسی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ عرب یہ سن کر بے حد برا فروختہ ہوئے اور شام و فلسطین کے تمام عیسائیوں کو تہ تیغ کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن جمال پاشا کے حسن تدبیر نے ملک کو خونریزی سے بچا لیا۔

لے اگر عرب اس وقت ترکی کا ساتھ دیتے تو کیا عجب تھا کہ وطن پرست ترک شام و فلسطین، عراق اور حجاز کی عنان اختیار ہوں گے سپرد کر دیتے۔



عبد الکریم الخلیلی کی گرفتاری نے سازشیدوں کی کمزوری جماعت مصلحین کے ارکان جہاں جہاں موجود تھے۔ گرفتار کر لئے گئے لیکن اُس وقت تک کوئی ایسی دستاویز قبضہ میں نہیں آئی تھی جس سے شریعت حسین کے ساتھ سازشیدوں کا تعلق ثابت ہو سکتا۔ جمال پاشا تو اس قبضہ میں آجھے ہوئے تھے۔ اور ادھر شریعت حسین مصر کے ہائی کمشنر سر تھری میگوہن سے گفت و شنید میں مصروف تھا۔ جنوری ۱۹۱۷ء تک یہ گفت و شنید مکمل ہو گئی +

فیصل قسطنطنیہ میں | اگر شام کے باغیوں کو اپنے ارادوں میں کامیابی ہوتی تو حسین شام میں بغاوت برپا ہوتے ہی اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیتا۔ لیکن مشکل یہ پڑی کہ ادھر اتحادیوں کی فوجیں درہ دانیال سے پسپا ہو رہی تھیں۔ اور ادھر سازش ناکام ہو چکی تھی۔ اس لئے کچھ دیر انتظار کرنا پڑا۔ اس تاخیر و تعویق کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ شریعت حسین ترکوں سے روپیہ اور سامان حرب حاصل کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ فیصل کو قسطنطنیہ بھیجا گیا۔ اُس نے خلیفۃ المسلمین کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی اور اپنے باپ کی وفاداری کا یقین دلایا۔ اور کہا کہ عرب کا بچہ بچہ خلافت اسلام کے تحفظ کی خاطر جان نثار کر دینے پر آمادہ ہے۔ یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ اور فیصل نے تقریباً ساٹھ ہزار پونڈ نقد اور بہت سا ذخیرہ حرب حاصل کر لیا +

جن دنوں عبد الکریم الخلیلی۔ رضا بے وغیرہ کو سزائے موت دی گئی فیصل مشرق میں موجود تھا۔ وہ خائف تھا کہ کہیں اُن میں سے کوئی راز فاش نہ کر دے لیکن غیر گذری کہ کسی نے زبان تک نہ ہلائی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جب ایک سازشی کو سزائے موت دی جا رہی تھی۔ فیصل سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور اُس نے جلال پاشا

کی جانب رخ کر کے کہا۔ آپ کو اس ظلم کا خیال نہ بھگتا پڑے گا؟ اس کی اس غیر معمولی جبارت نے پاشائے موصوف کو ہر فروختہ کر دیا۔ ابراہیم فیصل کے بعض دوست جو استنبول میں اعلیٰ اہم درجوں پر مامور تھے۔ اس کی جاس سے معذرت کر کے معاملہ رفع دفع نہ کر دیتے۔ تو شاید اس کا بھی وہی حشر ہوتا جو ان سادشیوں کا ہو چکا تھا، لیکن اس روایت کی صحت محل نظر ہے جہاں پاشا نے اپنے تذکرے میں اس واقعہ کا کہیں ذکر نہیں کیا ہے۔

انور جال کے قتل کی سازش فروری ۱۹۱۷ء میں انور پاشا اور جال پاشا مدینہ پہنچے فیصل آن کے ہمراہ تھا۔ اس سفر کی غرض رعایت یہ تھی کہ سربز کی مہم میں شرکت کے لئے جو فوج جمع کی گئی تھی، اس کا معائنہ کریں۔ یہاں پانچ ہزار سربز آواجہ تھے انور پاشا اور جال پاشا نے اس فوج کا معائنہ کیا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ تلواریں جن کی تابش دیکھ کر ہم خوش ہو رہے ہیں۔ ترکوں کے خون سے اپنی پیاس بجھائیں گی؟ شریف حسین نے انکے اعزاز میں ایک ضیافت دی اور اپنی کامل فائدا داری کا یقین دلایا۔ اور عرب کے بعض شیوخ میں یہ مشورہ ہو رہا تھا کہ انور جال کو تلوار کے گھاٹ مٹا دیا جائے۔ اسی رات کو چند اکابر فیصل کے پاس یہ تجویز لے کر پہنچے۔ فیصل نے جواب دیا تجویز تو مقبول ہے۔ لیکن عرب جسے اپنی مہمان نوازی پر فخر ہے۔ دنیا کو کیا منہ دکھائے گا؟

انور جال پاشا مرحوم کا تذکرہ جو دراصل مرحوم کا روزنامہ ہے۔ پہلے ترکی زبان میں شائع ہوا۔ علی احمد شکر نے اسے عربی میں منتقل کیا۔ اس کا ترجمہ انگریزی میں پچیس کہنی لے شائع کیا

شہر لیت حسین کا پیغام | اور پاشا واپس قسطنطنیہ پہنچے تو شریعت حسین کا ایک تار موصول  
 ہوا جس کا مضموم یہ تھا کہ یزید سے مکہ تک میری حکومت تسلیم کر لی جائے۔ اور  
 جماعت مسلمین کے جو ارکان قید ہیں۔ انہیں فوراً رہا کر دیا جائے۔ اس تار نے  
 شہر لیت حسین کے عزائم کو بالکل بے نقاب کر دیا تھا۔ لیکن فیصل نے گڑ گڑا کر  
 کہا کہ اس بارہ میں یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ چنانچہ اس تار کا جواب یہ دیا  
 گیا کہ خود مختاری کے مطالبہ کا یہ وقت نہیں فیصل نے مٹی میں مدینہ مراجعت  
 کی۔ جمال پاشا اگر چاہتے تو اسے نہ جانے دیتے۔ لیکن جب اس نے اجازت طلب  
 کی تو انہوں نے فوراً درخواست منظور کر لی۔ لیکن ساتھ ہی اپنے ایک افسر  
 فوتاد بے سے کہہ دیا کہ فیصل جاتے ہی گل کھلائیگا۔ اور غرب میں یناوت برپا  
 ہو جائے گی۔ آخر یہی ہوا اور ۲۲ جون کو مدینہ کے شمال میں ریلوے لائن پر حملہ کر دیا گیا  
 غرض کہ یہ ہے شریعت حسین اور اس کے رفقاء کی جیلہ سازیوں کی مختصر داستان۔  
 جسے مغربی معنفوں کی رنگ آمیزیوں نے کچھ کا کچھ بنا دیا ہے \*

یناوت کا اعلان | شریعت حسین نے ۲۴ جون ۱۹۱۶ء کو اپنی خود مختاری کا اعلان  
 کیا۔ یہ اعلان ترکوں کے گناہوں کی ایک طویل فہرست پر مشتمل تھا کہیں ترکوں  
 کے مفروضہ الحاد کی داستان تھی۔ کہیں استخفاف شریعت کا افسانہ تھا کہیں انجمن  
 اتحاد و ترقی کے ارکان کی بے اعتدالیوں کا ذکر تھا۔ اور کہیں شام اور فلسطین  
 کے ان افسر ار کا نام تھا جنہیں جمال پاشا نے سزائے موت دی تھی۔ اس پر  
 زمیں گیر نے اپنے اعلان میں دنیا کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔ کہ ترکوں کی۔  
 یہ عنوانات حد سے بڑھ گئی ہیں اور اب اصلاح کے تمام دروازے بند ہو چکے

\* میں

فیصل کا خیال تھا کہ وہ چند گھنٹوں میں مدینہ پر قبضہ کر لے گا۔ لیکن یہ امید  
بر نہ آئی۔ اس نے مدینہ پر نہایت لمبے جگہری سے حملہ کیا۔ لیکن عین معرکہ میں ایک  
قبیلہ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس کا بھاگنا تھا کہ ساری فوج بھاگ نکلی۔ اور فیصل  
کو اپنے کیمپ میں جو مدینہ سے مغرب کی جانب تھا پناہ لینی پڑی \*

مکہ معظمہ اور جدہ پر حملے | اور مکہ معظمہ میں شریعت حسین نے ترکوں پر حملہ کر کے قلعہ  
پر قبضہ کر لیا۔ ترک نہایت شجاعت سے لڑے اور سب کے سب کٹ مے  
حیرت ہے کہ شریعت حسین نے با اینہم آدے عائن اسلام پرستی۔ اس معرکہ میں  
بے حد قساوت قلبی کا ثبوت دیا۔ ترکوں کا خون نہایت لمبے دمدی سے بہایا  
گیا اور ترک قلعہ دار کی نقش کو اس دیا رفتہ دس کے گلی کوچوں میں گھسیٹا گیا۔  
موتخ کا قلم ہمیشہ اُن منظالم کا ماتم کرتا رہیگا۔ جو ترکوں پر اس بلد آسن میں توڑے  
گئے! اور اسلام کا مجدد شرف ہمیشہ اس واقعہ پر نوجہ گزرے گا۔ کہ حرم پاک  
میں جہاں ہر ذی حیات کو امان دی جاتی ہے غرضندان توحید کو امان نہیں دی  
گئی \* ۷

پائی نہ تیغ عشق سے ہم نے کہیں پناہ

قرب حرم میں بھی ہیں تو قربانیوں میں ہم

جدہ پر عربوں نے پانچ دن کے مختصر عرصہ میں قبضہ کر لیا۔ لیکن اس فتح مندی  
میں حسین کے سچی حلیف برطانیہ کی اعانت بھی شریک تھی۔ کپتان ہائل کی سر  
کردگی میں پانچ انگریزی جہاز بھجھ دیئے گئے تھے۔ عربوں نے جھٹکی سے حملہ کیا۔

انگریزی جہازوں نے سمندر سے گولباری کی۔ تیاری میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے۔ اس سے پہلے کسی مسیحی سلطنت کو اس طرح عرب کے امن و سکون میں خلل انداز ہونے کی حرأت نہیں ہوئی تھی +

مدینہ سے یسائی فیصل مدینہ کے باہر بیٹھناؤ خانہ حرب کا انتظار کر رہا تھا۔ اُس نے کسی قاصد راہ رخ بھیجے۔ لیکن انگریزوں نے صرف کچھ رنگ خوردہ جاپانی بندوہیں بھیج دیں۔ انگریزوں نے اُنہیں دنوں بنو ح کے فوجی استحقاقات پر قبضہ کر لیا۔ فیصل انگریز کرنیل سے جو اس دستہ کا افسر تھا، ملا اُس نے کچھ تو ہیں دے کر فیصل کی اشک شونی کر دی +

فیصل نے پھر مدینہ پر حملہ کیا۔ لیکن ترکوں کے سامنے ایک پیش نہ گئی۔ وہ بڑی بڑی امیدیں لے کر آگے بڑھتا تھا اور ترکوں کی شجاعت کی چٹان سے ٹکرا کر عجز و رماندگی کے احساس کے ساتھ پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ فیصل دل شکستہ ہو گیا۔ قبائل آہستہ آہستہ اُس کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ روپیہ اور سامان حرب کی کمی تھی۔ اور اس عرصہ میں اُسے شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ شریف حسین مکہ میں تھا۔ عہد اللہ بھی اُس کے پاس تھا۔ اور علی اور زید تاج میں تھے۔ آخر فیصل بھی طوائف مدینہ سے پسا ہو کر ساحل کے قریب پہنچ گیا لیکن اہل قبائل کا ایک دستہ ترکوں کی جو کیوں پر حملے کرتا رہا۔ حملہ و فاع کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ یکایک صحرائے عرب کی غیر محدود وسعت سے ایک پراسرار اہنبی نمودار ہوا جس نے آتے ہی جنگ کا نقشہ بدل دیا۔ یہ شخص لائن تھا جس کے کارناموں کا تفصیلی تذکرہ ہمارا مقصود اصلی ہے +

سہ راہ حجاز قلم کے ساحل پر ایک بندرگاہ ہے +

# پانچواں باب

## ٹامس ایڈورڈ لارنس

ٹامس ایڈورڈ لارنس کی ولادت مشہور میں بمقام ٹریبیڈوگ ہوئی چوتھائی  
 دہائی میں واقع ہے۔ اس کا باپ ٹامس لارنس آئرش نسل سے تھا۔ اور اس کی ماں  
 جو کچھ عرصہ تک دین مسیحی کی تبلیغ کرتی رہی ہے۔ ایک انگریز خاتون + لارنس کے سوانح  
 نگار ٹامس لاول نے اس کے نام و نسب کے متعلق بعض عجیب و غریب غلط بیانیوں  
 کی ہیں مثلاً وہ لکھتا ہے کہ سر جان لارنس اور سر ہیری لارنس جو دونوں کے سلسلہ  
 میں شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ لارنس کے اجداد میں تھے۔ لیکن یہ قطعاً غلط ہے +  
 خود لارنس اور اس کے دوسرے سوانح نگاروں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ لارنس  
 کا باپ ایک معمولی شخص تھا۔ جسے کوئی خاص عزت یا وجاہت حاصل نہیں تھی +  
 تسلیم لارنس کی تعلیم مختلف مکاتب میں ہوئی۔ اس نے اپنی ابتدائی عمر کچھ عرصہ  
 نیوسکاٹلینڈ میں بسر کیا کچھ فرانسیسی اسکولز میں تعلیم کے ابتدائی مراحل طے کرنے  
 کے بعد وہ آکسفورڈ کے چیوز کانج میں داخل ہو گیا۔ انگلستان کا ایک اہل قلم رابرٹ  
 گریو جس نے اس کے سوانح حیات نہایت شرح و بسط سے لکھے ہیں دیکھتا ہے

کہ لارنس کو مبداً قیاض نے علمی ذوق عطا کرنے میں نہایت قیاضی سے کام لیا تھا وہ تعلیم سے غیر معمولی شغف و اہتمام رکھتا تھا۔ کالج میں داخل ہونے سے پیشتر ہی اُس نے عربوں اور ترکوں کے تعلق کافی ذخیرہ معلومات فراہم کر لیا تھا۔ اور اکثر اوقات اُس کے قلب میں یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ اسے کاش عربوں کو ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے پر آمادہ کیا جاسکتا!

سیاحت لارنس کو اپنے امتحان کے سلسلہ میں ایک مقالہ لکھنا تھا۔ مقالہ کا موضوع تھا ”قرون وسطیٰ کے فرنگستانی فن تعمیر پر حروب صلیبیہ کے اثرات“ انگلستان اور فرانس کی وہ تمام عمارتیں جو قرون وسطیٰ کی یادگار ہیں۔ اُس کی نظر سے گزر چکی تھیں۔ اُس نے صلیبی نبرد آزماؤں کے آثار باقیہ کا معائنہ کرنے کی غرض سے شام اور فلسطین کا سفر اختیار کیا۔ اس مقصد کے لئے اُس نے ٹوٹی پھوٹی عربی سیکھی تھی۔ اُس کی ساری کائنات ایک کیمرے پر مشتمل تھی، اُس کی جہرت انگیز جزات اور بے باکی کا ثبوت اُسی وقت سے ملنا شروع ہو گیا تھا جبکہ اُس نے اس کم ہنگی اور بے سرو سامانی کے عالم میں فلسطین اور تیسرا کا پایادہ سفر کیا۔ وہ حیف سے ہوتا ہوا کوہستان طارس تک چلا گیا۔ وہ قریہ قریہ اور شہر شہر گھوم کر حروب صلیبیہ کے زمانہ کے آثار کا معائنہ کرتا تھا۔ اور باوینیش عربوں کی مہمان نوازی کی بدولت اُسے طعام و قیام پر کچھ صرف بھی نہیں کرنا پڑتا تھا۔ شام میں ایک ترکمان نے اُس پر قاتلانہ حملہ کیا۔ اور اُسے مجروح کر کے اُس کی حیب سے گھڑی نکال کر لے گیا۔ اس حادثہ کے بعد اُس نے عربوں کی ایک قریبی بستی میں رات گزاری۔ یہ لوگ اس قدر نیک اور مہمان نواز تھے کہ انہوں نے چور کو مالِ مسروقہ سمیت لارنس کے سپرد کر دیا۔

ہیں پہلی مرتبہ لارنس کو صحرائے عرب کی عظمت کا احساس ہوا۔ وہ ایک پرانے قلعہ کے کھنڈروں کا سامنے کر رہا تھا کہ اُس کے عرب بدو نے اُسے یاسین اور بنفشہ کے پھول دکھائے۔ جن کی نکلت سے روح باییدہ ہوتی تھی۔ اور پھر غیر محدود ریگ ناز پر نظر دوڑا کہ کہا ”صحرائے عرب کی ہوائیں جوانرگی اور نکلت ہے۔ وہ یاسین اور بنفشہ میں کہاں؟“

لارنس چار ماہ کی مختصر سیاحت کے بعد گھر لوٹا تو شام کی ایک اور دعوت کو اپنا منتظر پایا یعنی میگڈلین کا بیٹے نے اُسے آثار قدیمہ کی تحقیق و ترمیم کی غرض سے چار سال کے لئے ولیفہ دینا منظور کر لیا۔ اور وہ پھر فرات کی شاداب اوی میں پہنچ گیا۔ جہاں ڈاکٹر ہوگر تھ کی نگہانی میں ایک قدیم شہر کے آثار کی کھدائی ہو رہی تھی۔ یہ کام اُس کے ذوق و وجدان سے خاص مناسبت رکھتا تھا۔ اس لئے وہ ۱۹۱۷ء سے آغاز جنگ عمومی تک شام میں رہا۔ ۱۹۱۷ء میں ڈاکٹر ہوگر تھ کی جگہ ایک اور انگریز ماہر آثار قدیمہ ہونا رڈوڈ کی نام نے لے لی +

بعد ازیں کو اُس زمانہ میں قسطنطنیہ سے بغداد تک ریلوے کی تعمیر ہو رہی تھی۔ جرمن انجینئریا کے فرات پر ایک پل بنانا ہے تھے۔ لارنس کے پردہ بصیرت پر مستقبل کے واقعات کا نقشہ کھینچ چکا تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ مشرق میں جرمنوں کی مداخلت خالی از علت نہیں۔ چنانچہ اُس نے لارڈ کچنر کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اسکندریہ کو جرمنوں کے قبضہ میں کیوں دیدیا گیا ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ڈسٹرلی نے

۱۷ ماہہ برلن کے رُوس سے اسکندریہ جرمنوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا +

۱۷ ڈسٹرلی انگلستان کا مشہور مدبر عرصہ تک وزارتِ عظمیٰ کے عہدہ پر سرگزار رہا (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۸)



ایک مرتبہ کہا تھا کہ ”اس بندرگاہ پر امن عالم کا دار و مدار ہے“  
 لارڈ کچنر نے جواب دیا کہ ”میں تو بار بار توجہ دلا چکا ہوں۔ لیکن صیغہ غار جہ کو  
 اس کی کوئی پروا نہیں۔ دو سال میں ایک عالمگیر جنگ چھرنے والی ہے۔ میں یا  
 تم اسے نہیں روک سکتے۔ جاؤ اپنا کام کرو“

جرمنوں سے لارنس کو نفرت تھی۔ اُس کی زندگی کے اس عہد میں اس لیے  
 متعدد واقعات ملتے ہیں جن سے اس کو تقویت ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ جرمنوں کو چھیڑتا  
 رہتا تھا۔ اور بعض مرتبہ تو آپس میں لڑائی ہوتے ہوئے رہ گئی۔ جرمن انجینروں کے  
 غیر دانشمندانہ طریق عمل نے خود اُن کے عرب اور گروہ مزدوروں کے اندر اضطراب  
 پیدا کر دیا تھا۔ کئی مرتبہ ہنگامہ و فساد تک نوبت جا پہنچی۔ لارنس ایسے مواقع پر ہمیشہ مزدور کا  
 ساتھ دیا کرتا تھا۔ اور اُس کی یہ مداخلت جہاں اُسے عربوں اور گروہوں میں ہر دو طرفہ مزینداری  
 تھی۔ وہاں جرمنوں کے لئے اُس کا جو مسلسل اور پیچیدہ پریشانیوں کا باعث بنا ہوا تھا  
 کسی اجنبی قوم میں قبول و رسوم حاصل کرنے کے لئے اُس کے قومی خصائص  
 آداب معاشرت اور روایات کا مطالعہ ضروری ہے۔ لارنس نے یہاں رکھ کر عربوں  
 کی زندگی کے ہر پہلو کو فکر و غور کی روشنی میں دیکھا۔ اور اُس پر جہاں یہ راز کھل گیا  
 کہ عرب ایک سیدھی سادی قوم ہے جو ہر شخص پر اعتماد کر لیتی ہے۔ جسے اُن  
 کی روایات سے ہمدردی ہو۔ وہاں اُسے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اُس کی اپنی  
 (حاشیہ صفحہ ۲۹) وہ عام طور پر لارڈ بیکنسفیلڈ کے نام سے مشہور ہے۔ اور انگریزی زبان کے  
 بہترین افسانہ نگاروں میں سمجھا جاتا ہے۔ انگریزوں کی گردن ہمیشہ اُس کے احسان سے خم ہو گئی  
 کہ اُس کے تدبیر کی بدولت نرسوزیر برطانیہ حیثیت اختیار میں آئی۔

فطرت میں بعض ایسی قوتیں پوشیدہ ہیں جنہیں اگر صحیح طور پر استعمال کیا جائے۔  
تو بہت بڑے کارنامے انجام دیئے جاسکتے ہیں۔ عربوں میں جو اُس نے قبول عام  
حاصل کر لیا تھا۔ اُس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکتا ہے :-

میں گرتھوڈیل | اس وقت جتنے انگریز گھدائی کے کام پر مامور تھے۔ ان میں صرف  
لارنس ہی ایسا تھا جو بھی ازدواج کی زنجیروں میں اسیر نہیں ہوا تھا۔ اتفاق یہ کہ  
اُن دنوں مشہور سیاح عورت میں گرتھوڈیل جو صحرائے عرب میں عرصہ تک رہی۔  
اس گاؤں میں وارد ہوئی۔ اہل قریہ نے میں بل کے درود سے یہ نتیجہ نکالا کہ  
وہ لارنس کی منسوب ہے۔ اور اُس سے شادی کے لئے آئی ہے۔ چنانچہ  
سارے گاؤں میں خوشیاں منائی گئیں۔ میں بل کا قیام نہایت مختصر تھا۔ وہ جب  
شام کو رخصت ہونے لگی۔ تو گاؤں والوں نے یہ سمجھا کہ میں بل نے لارنس کو اپنے  
نہیں کیا۔ اور وہ اس کی رفیقہ حیات بننے پر آمادہ نہیں۔ چنانچہ اس گاؤں کی  
ساری عرب آبادی اس غرض سے جمع ہو گئی کہ اس افرنجیہ "کو نہ جانے دیا جائے۔  
اگر لارنس بلطائف الجبل آئیں تو ک نہ دیتا۔ اور میں بل کی رخصت کی کوئی اور تادیل  
نہ کر دی جاتی۔ تو وہ یقیناً اُسے گاؤں سے باہر قدم نہ رکھنے دیتے +

اس صحرا کی اس پُر سکون زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ جنگ کی آگ اپنی تمام  
شعلہ سامانیوں کے ساتھ بھڑک اٹھی۔ اور لارنس نے محسوس کیا کہ اب علمی تحقیق و  
تدقیق کے بجائے اُسے جنگ کے رعد و برق میں اپنے ذوق کی پذیرائی کا سامنا  
"ملاش کرنا چاہئے +

# چھٹا باب

## لارنس ایک جاسوس کی حیثیت میں

لارنس نے جب فوج میں بھرتی ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ تو طبی مجلس  
ممتحنہ کے اعضاء اور کان نے اُس کا قد و قامت اور ڈیل ڈول دیکھ کر جواب دیا۔  
”سیاں صاحبزادے! تم ابھی آگ اور خون کی ہونی کھیلنے کے قابل نہیں۔ گھر  
چلے جاؤ اور دوسری جنگ کا انتظار کرو“

اُس نے تین مختلف مقامات پر فوج میں شامل ہونے کی کوشش کی۔  
اور ہر جگہ تقریباً انہیں الفاظ سے اُس کے والدانہ اشتیاق کی پیرائی کی گئی +  
اگر ان لوگوں سے اُس وقت کہا جاتا کہ آج سے چار سال بعد یہی لڑکا  
دشمن میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوگا۔ اور ساری کجی دنیا اُس کے  
کارناموں کے ذکر سے گونج اٹھیں گی۔ تو وہ یقیناً اسے مجذوب کی بڑے زیادہ  
اہمیت نہ دیتے +

لارنس فوج میں بھرتی تو نہ ہو سکا۔ لیکن تھوڑے دنوں میں ہی اُسے  
برطانیہ کے صلیبہ ہتھیار میں لے لیا گیا۔ صحرائے عرب کے متعلق اُس کا علم وسیع تھا۔

عربوں کے دم و رواج اور فطری رجحان کا مطالعہ یا ممان نظر کر چکا تھا۔ اور اس بازار میں اسی متاع کی قدر تھی۔ اُس کا وجود صیغہ خفیہ کے لئے مفید ثابت ہوا۔ اور وہ علم جو اُس نے عربوں اور ترکوں کی ممان فواری کی بدولت حاصل کیا تھا عربوں اور ترکوں کو تباد کرنے کے کام آیا۔

پارلر اعمال | برطانیہ کے صیغہ خفیہ کے اندرونی حالات کس کو معلوم ہیں؟ ہماری اطلاعات کا ماخذ وہی کتابیں ہیں جن کے نقوش انگریزی سفینوں کے قلم کے رہیں منت ہیں۔ لیکن ان کتابوں میں صیغہ خفیہ کے تمام کارنامے کہاں؟ بہتیرے واقعات ایسے ہیں جو دنیا کو نہیں بتائے گئے۔ اور شاید کبھی نہیں بتائے جائیں گے لیکن جو کچھ بتایا گیا ہے۔ وہ بھی غنیمت ہے۔ کم از کم ہم لارنس کو مصر سیز میں سفر کرتے تو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ اُور بات ہے کہ ہمیں اُس کے مقابلہ اور سفر کی تمام تفصیلات معلوم نہیں، پھر یہی شخص ہمیں مصر کے مغربی علاقہ میں جہاں شیخ سنوی اور اُن کے تابعین آباد ہیں عربی لباس پہنے دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اُس کے عزائم ہماری نگاہ سے پوشیدہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ اُن انگریزوں کا سراغ لگانے گیا تھا جنہیں عربوں نے گرفتار کر کے امیر زنداں کر رکھا تھا۔ اس کے بعد اُسے ہم یونان کے پانچنٹ ایتھنز میں دیکھتے ہیں۔ وہ وہاں کیا کرنے گیا تھا؟ اس سوال کے جواب میں تمام مغربی تذکرہ نگاروں کا قلم خاموش ہے۔

زمانہ جنگ میں جن فدا عربوں نے ترکوں کے خلاف فلسطین۔ عراق اور شام میں ساریں کیں۔ ترکی انواج کی نقل و حرکت کی اطلاع انگریزوں اور فرانسیس کو دیتے رہے۔ اُن میں بڑے بڑے صاحب جیتہ و عوامی شیوخ تھے۔ ان لوگوں کو

لارنس کے توسط سے ہدایات ملتی تھیں۔ اسی کی معرفت رویہ دیا جاتا تھا عرض کہ لارنس اپنی استعفاء و خاص کی بدولت تھوڑے دنوں میں ہی ان عرب جاسوسوں کا سردار بن گیا جو حجاز مقدس سے ایشیائے کوچک تک پھیلے ہوئے تھے۔

انہیں دنوں لارنس کو مصر کی خفیہ سیاسی مجالس کا سراغ لگانے کے لئے مقرر کیا گیا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ لارنس نے حصول مقصد کے لئے کیا طریقے اختیار کئے لیکن ہمیں اس قدر بتایا گیا ہے کہ اس مقصد میں بھی اسے کامیابی ہوئی۔ دنیا میں عذاروں کی کمی نہیں۔ ہر مجلس۔ ہر ادارہ۔ ہر حکومت میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو چند روپوں کے عوض اپنی قوم و وطن کے بہترین مقاصد کو فروخت کر لیں کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔ ان مجالس میں بھی ایسے لوگ تھے۔ لارنس ان سے ملا۔ اور سالانہ طے ہو گیا۔ نمبر کا نسخہ بچکا یا گیا۔ عذاری کی قیمت ادا کر دی گئی۔ اور لارنس کو ان مجالس کے تمام ارکان کے نام معلوم ہو گئے۔

یہ مرحلہ طے ہو گیا۔ تو لارنس کو پکڑنے کی بارگاہ میں لارنس کا اعتبار بھی فروغ ہوا اور اسے خاص احترام کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔

میسو پوٹیمیا میں یہ وہ زمانہ ہے کہ جنرل ٹیڈ ڈیوڈسٹون قطار السارہ میں محصور ہو چکا تھا۔ اور یہ ایشیہ تھا کہ ترک قطار السارہ پر قبضہ کر لیں گے۔ انگریزوں نے چاہا کہ قطار السارہ کی ترکی فوج کے سالار جنرل ٹوری پاشا کو رشوت دے کر محصورین کو نجات دلائی جائے اس مقصد کے لئے ہونڈوں و مناسب شخص کی تلاش ہونے لگی تو کچھ انتخاب لارنس پر پڑا۔ چنانچہ اپریل ۱۹۱۶ء میں اسے میسو پوٹیمیا بھیج دیا گیا۔

لارنس وہاں انگریزوں کے ساتھ سفید جھنڈے سے آڑا تا ٹوری پاشا

کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مصر میں وہ نہایت معمولی قیمت پر عربوں کے ضمیر خرید چکا تھا۔ اُسے اپنی ساحرانہ قوتوں پر پورا اعتماد تھا۔ لیکن اُس کے سارے ترقیبی حربے بیکار ثابت ہوئے۔ انگریز سمجھے تھے کہ جنرل ٹوری پاشا روپیہ لے کر قطع کے محاصرہ سے دست بردار ہو جائیں گے۔ ٹوری پاشا نے اس کا وہی جواب دیا۔ جو ایک بہادر ترک دے سکتا ہے یعنی لارنس کی پیشکش بکمال حقارت مسترد کر دی گئی +

میسو پوٹیمیا کی بطلانی فوج کا تعلق براہ راست حکومت ہند سے تھا۔ اور اگرچہ لارڈ کچنر کو سپہ سالار اعظم ہونے کی حیثیت سے اس فوج پر اختیار حاصل تھا۔ لیکن بعض معاملات میں اُسے حکومت ہند کی خواہشات کو ملحوظ رکھنا پڑتا تھا۔ لارڈ کچنر کی خواہش تھی کہ میسو پوٹیمیا کی خفیہ مجالس کے توسط سے اس ملک میں ترکوں کے خلاف بغاوت کو راہی جائے۔ تاکہ برطانیہ کو جنگ کے دیوتا کی قربانیاں بھگنا کر جانوں کی نذر نہ چڑھنا پڑے۔ اور اُسے یقین تھا۔ کہ اگر اس سرزمین کے تمام قبائل اٹھ کھڑے ہوں۔ تو جانی اور مالی نقصان کے بغیر انگریزوں کا علم اقتدار بے نفاذ ہو سکتا ہے۔ لیکن حکومت ہند کو اندیشہ تھا کہ اگر عربوں کی خفیہ مجالس سے استدعا کی گئی۔ تو ممکن ہے کہ یہ ملک انگریزوں کی حالت و حفاظت کی نعمت سے محروم ہو جائے یعنی وطن پرست عرب اس سرزمین میں آزاد اور مطلق العنان سلطنت قائم کر لیں چنانچہ اسی خیال کے پیش نظر ہندوستان سے ایک فوج بھیجی گئی۔ لیکن اس فوج نے متواتر شکستیں کھائیں اور بالآخر وہ قط العارہ میں محصور ہو گئی +

لارنس جنرل ٹوری پاشا سے ملاقات کر کے ٹوٹا۔ تو اُس نے چاہا کہ دریائے فرات کی وادی میں جو قبائل آباد ہیں، انہیں ترکوں کے خلاف براہِ نیکیہ کیا جائے۔

تاکہ قضا اعمارہ کے محاصرے کا تعلق ترک فوج سے منقطع ہو جائے۔ اور اس سے  
 سامان حرب نہ پہنچ سکے۔ لیکن حکومت ہند کی حکمت عملی اس کے خلاف تھی۔  
 اس لئے لائسنس کو مجبوراً قاہرہ پلٹ آنا پڑا۔ وہ قاہرہ پہنچا ہی تھا۔ اطلاع ملی  
 کہ قسطنطنیہ ترکوں نے قبضہ کر لیا +

یہ وہ زمانہ ہے۔ جبکہ شریف حسین ترکوں کے خلاف بغاوت کا اعلان کر  
 چکا تھا۔ ترک ہر جگہ اتحادی فوجوں کو پے در پے شکستیں دے چکے تھے۔  
 درہ وانیال سے انگریزی فوجیں نہایت شاندار طریق پر لپٹا ہو چکی تھیں۔ قضا اعمارہ  
 کی انگریزی فوج بالکل یکساں کر دی جا چکی تھی۔ شریف حسین کو خطرہ تھا۔ کہ بغاوت  
 کامیاب نہیں ہوگی۔ اور اس کا وہی حشر ہوگا۔ جو غداروں کا ہو کر رہا ہے۔ اس نے  
 بار بار انگریزوں سے۔ دلی التجا کی۔ لیکن مصر کی برطانی افواج میں اتنی سکت نہیں  
 تھی۔ کہ شریف حسین کو بھی مدد دے سکیں +

لائسنس عرب کی بغاوت میں حصہ لینے کے لئے بیتاب تھا۔ لیکن اس سے  
 اجازت نہیں ملی۔ چار دن چار اس نے درخواست کی۔ کہ مجھے دس دن کی  
 رخصت دی جائے۔ کیونکہ میں بحیرہ قلزم کے ساحل پر اس وسکون کی سائنس  
 بس کرنا چاہتا ہوں۔ درخواست منظور کر لی گئی۔ اتفاق یہ کہ سٹورس نام ایک افسر  
 جس کا تعلق صیغہ خارجہ سے تھا شریف حسین کے پاس کسی اہم غرض سے جا رہا  
 تھا۔ لائسنس اس کے ہمراہ چل پڑا +

لائسنس اور لائسنس کے تمام سوانح بھاری لکھے ہیں کہ بحیرہ قلزم سے بغاوت عرب میں حصہ لینے  
 کے لئے نہیں بھیجا۔ وہ آذوقہ دس دن کی رخصت لیکر سٹورس کے ہمراہ عربستان میں چلا آیا +

روانگی سے تھوڑی دیر قبل لارنس کو معلوم ہوا۔ کہ اُسے جاسوسی کے نکتہ سے  
 ”صیفہ بفاوت عرب“ میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک خاص صیفہ تھا جس کی خان  
 انتظام لارنس کے پرانے دوستوں لائیڈ اور ہوگرتھ وغیرہ کے ہاتھوں میں تھی + یہیں  
 سے لارنس کی ان سرگرمیوں کا آغاز ہوتا ہے۔ جن کی بدولت اُس نے غیر فانی شہرت  
 حاصل کر لی ہے +





# ساتواں باب

## لارنس ایک شامی عرب کے لباس میں

لارنس آکٹوبر ۱۹۱۶ء میں جدہ پہنچا۔ عبداللہ تاج کل شرق اردن کا فرزند اسے۔  
جدہ کی محافظ فوج کا سالار تھا۔ اس نے لارنس کا استقبال کر کے اسے جدہ کے ایوان  
حکومت میں لا آتارا۔ طعام سے فراغت حاصل ہوئی تو شکوؤں کے دفتر کھل گئے۔ عبداللہ  
نے اتحادیوں کی بے اعتنائی اور اپنی بیجا رگیوں کا ذکر چھیڑ دیا۔ اس وقت حالت یہ  
تھی کہ طاقت پر عربوں کا قبضہ ہو چکا تھا، شریف حسین کہ منقرض میں تھا۔ فیصل مدینہ سے  
پسپا ہو کر داؤدی صفرہ میں پناہ گزین تھا۔ اور شریف کا بڑا بیٹا علی رابع میں ایک مختصر  
جمہیت کے ساتھ موجود تھا، لیکن بغاوت کا پہلا ساز و نویش رات تھا۔ قبائل بدول ہو  
رہے تھے۔ ترک آگے بڑھ کر رابع پر نشان فتح گاڑ دینا چاہتے تھے +

فیصل سے ملاقات | لارنس نے یہ داستان اپنی کتاب ”ریوولوشن ان دی ڈزرسٹ ٹائمز“ میں نہایت شرح  
و بسط سے لکھی ہے۔ اس وقت وہ ایک ایسے شخص کی جستجو میں تھا جو عرب کے تمام  
قبائل کو متحد کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اس نے عبداللہ کی خاص اہمیت کو ملحوظ  
یادمان نظر کیا۔ لیکن اسے شرق اردن کے موجودہ فرزند اس پر صاف اہمیت نظر نہیں آئی۔ دو مگر

دن وہ تاریخ پہنچا۔ علی اور زید سے ملا۔ وہ بھی اس استمداد سے محروم تھے۔ آخر اس نے داؤدی منقرہ میں جا کر فیصل سے ملاقات کرنے کی اجازت طلب کی۔ علی نے اسے اجازت دے دی۔ لارنس ایک طویل سفر کے بعد داؤدی منقرہ میں پہنچا۔ اس نے اولین نظر میں معلوم کر لیا کہ اسے جس چیز کی جستجو تھی۔ مل گئی یعنی اسے یقین ہو گیا۔ کہ فیصل بغاوت کو کامیاب بنانے کی اہمیت رکھتا ہے۔ لارنس نے یہ افسران اٹھائے ہیں بیان کیا ہے :-

”اندرونی کمرے کے اس سرے پر ایک سیاہ دروازہ میں ایک شخص سفید لباس پہنے ہوئے میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اولین نظر میں محسوس کیا کہ یہی وہ شخص ہے۔ جس کی جستجو مجھے عربستان میں کھینچ لائی ہے۔ یعنی یہی وہ قائد ہے۔ جو بغاوت عرب کو پوری طرح کامیاب بنا سکتا ہے۔“

فیصل کے ساتھ ایک عرب سپاہی مولود نام بھی تھا۔ وہ پہلے ترک فوج میں افسر تھا۔ میسوپوٹیمیا کے کسی محکمہ میں اسیر ہو کر برطانی سپاہیوں کے ہاتھ آیا۔ اور گیس اس شرط پر آزاد دی گئی کہ وہ عرب باغیوں کے ساتھ مل کر ترکوں سے لڑے چنانچہ وہ فیصل کی فوج میں شامل ہو گیا +

فیصل نے لارنس کو بغاوت کے تمام حالات بتائے۔ اور کہا کہ ترک ہماری چوکیوں پر متواتر حملے کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جنگ کا آغاز دشنام وطن سے ہوتا ہے۔ گالیوں کے بعد گولیاں چلتی ہیں۔ اور جنگ چھڑ جاتی ہے۔ ترک ہمارے کہتے ہیں :- ”او انگریز!“ عرب یہ سن کر بے حد برا فروختہ ہوتے ہیں۔ اور جواب میں ہتھیار تے ہیں :- ”او

جرمنوں!

لارنس کی تقریر ارات کو مخالفت قبائل کے شیوخ کی ایک مجلس مشاورت منعقد کی گئی۔ لیکن یہ کسی کو نہیں بتایا گیا کہ یہ ایٹمی جس کے خیالات سننے کے لئے آئیں دعوت دی گئی ہے۔ کوئی افرنجی الاصل سچی ہے۔ بلکہ لارنس کا تعارف ان الفاغان میں کرایا گیا۔ کہ یہ ایک شامی نوجوان ہے۔ جسے عرب کی "حرکت وطنیہ" سے بہرہ دی ہے جب تمام لوگ جمع ہو چکے۔ تو لارنس اٹھا۔ اور تقریر شروع کر دی۔ تقریر کا آغاز ان شامی باغیوں کے المناک ذکر سے ہوا۔ جنہیں غذاری کی پاداش میں سزائے موت دے دی گئی تھی۔ لارنس نے ان کا ذکر کر کے ایک کامیاب مثال کی طرح پھر قتل و اندوہ کا اظہار کیا۔ لیکن عربوں کی فطری شرافت کو بغاوت بھی نہیں دہائی تھی۔ بیچ سے مدال بند ہوئی کہ وہ اچھا ہوا ایسے غداروں کی ہی سزا تھی۔ ان کا ارادہ تھا کہ اگر ترکوں کو شکست ہوئی۔ تو وہ افرنجی حکومت قبول کر لیں گے۔ لارنس نے ان کے خواستے کلام سے یہ معلوم کر لیا کہ انہیں یہ خطرہ ہے کہ انگریزوں کو نکالنے کے بعد۔ اس ملک پر تصرف نہ کر لیں۔ چنانچہ اس نے انہیں سمجھایا۔ کہ جیسے فرانسیسیوں کو بن کے ملک میں انگریزی عسکر جرمنوں سے پرکار آتا ہے۔ انگریزوں سے اس قسم کا خطرہ نہیں۔ تو عربوں کو بھی بدگمانی نہیں کرنا چاہئے۔

عرب کی خود مختار سلطنت کا تصور بہت دلچسپ تھا۔ لیکن عرب کبھی نہیں

تھا ایک اور موقع پر لارنس نے اسی دلیل سے ایک عرب کو قائل کرنا چاہا تھا۔ لیکن وہ فوراً پھار اٹھا۔ کیا تو فرانس کو عرب کی مقدس سرزمین سے تشبیہ دیتا ہے۔ دیکھئے "لارنس

اور عرب"۔ مصنفہ ماہرٹ گریوز

بھول سکتا تھا۔ کہ ترک باایں ہر الحاد و زندقہ مسلمان ہیں۔ اُن کے خلاف تلوار اٹھانا، اور مسیحوں سے اتحاد کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا۔ کہ جب مسیحی مسیحوں کے خلاف تلوار اٹھانے میں کوئی تامل محسوس نہیں کرتے تو مسلمانوں کو بھی اپنے وطنی مفاصد کی خاطر مسلمانوں سے پرکار آزار ہونے میں پس و پیش نہیں کرنا چاہئے +

غرض کہ لارنس نے اپنی خطیبانہ سحرکاری کی بدولت مجمع کو مسجد و کربلا و عربوں کے اکثر شکوک رفع ہو گئے۔ اور یہ ”شامی فوجوان“ خاص احترام کی نظر سے دیکھا جانے لگا +

فیصل کے ساتھ آٹھ ہزار سپاہی تھے جن میں بیشتر کرمستانی تھے۔ وہ اپنے شیوخ کے سوا اور کسی کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ شریف حسین اور اُس کے فرزندوں کے تدبیریں کسی کو کام نہیں ہو سکتا۔ کہ انہوں نے بعض ایسے قبائل کو جن کے مابین صدیوں سے نزاع برپا تھا متحد کر دیا۔ تاہم یہ اندیشہ تھا کہ کہیں پھر وہ پُرانا جذبہ عناد بیدار نہ ہو جائے +

لارنس عرب کے حالات کا معائنہ کر کے قاہرہ پہنچا۔ وہاں عربوں کی اعانت کے مسئلہ پر پہلے ہی غور و خوض ہو رہا تھا۔ لارنس نے قاہرہ کی برطانی افواج کے سالار اعظم سے مل کر اُسے بغاوت عرب کے بعض حقائق سے آگاہ کیا۔ اور کہا کہ اگر عربوں میں برطانی فوج بھیجی گئی۔ تو اُس کے نتائج اچھے نہ ہوں گے۔ عرب اس سرزمین میں کسی اجنبی سلطنت کے عساکر کو نہیں دیکھنا چاہتے۔ اُن کے پاس کافی سامان حرب بھیج دیا جائے۔ مدینہ اور رابع کے مابین جو کرمستانی علاقہ ہے۔ اُس پر وہ اپنا

تصرف قائم رکھ سکیں گے + ادھر قاتلہ میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا۔ کہ ایک فرانسیسی افسر کی سرکردگی میں فوج کا ایک دستہ بھیج دیا جائے۔ لیکن جب لائسن نے بتایا۔ کہ عربوں کی مذہبی روایات کا پاس ضروری ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ برا فروختہ ہو۔ اپنی بند و قول کا رخ انگریزوں کی جانب پھیر دیں۔ تو یہ ارادہ منسوخ کر کے فینسل کی افواج کے لئے ذخائر حرب بھیجنے کا حکم نافذ کیا گیا۔ اور اس طرح لائسن نے اتحادیوں کو ایک خوفناک غلطی سے بچالیا +



# اسٹھواں باب

## الوجہ کی تسخیر

آخر اید کا آفتاب بندرگاہ نیبوع کے افق پر طلوع ہوا یعنی اتحادیوں کا بھیجا ہوا سامان حرب پہنچا۔ کپتان گارلینڈ کو جو ایک نہایت تجربہ کار انگریز فوجی تھا۔ عربوں کی فوجی تربیت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ گارلینڈ انہیں ڈائنامیٹ اور دوسری آتشگیر اشیاء کا استعمال سکھاتا تھا۔ ٹارنس نے بھی گارلینڈ کے وسیع تجربہ سے استفادہ کیا +

بھوم و دفاع کے دو خط قرار دیئے گئے۔ فیصل نے نیبوع اور راکف میں ترکوں کے بھوم اور حملہ کو روکنا چاہا۔ جو ان پر قبضہ کر کے کہ منفعہ کی جانب بڑھنا چاہتے تھے۔

اور الوجہ پر جو نیبوع سے دو میل کے فاصلہ پر بحیرہ قلزم کی ایک بندرگاہ ہے۔ بھوم کا ارادہ کیا گیا۔ اگرچہ انہیں کئی مرتبہ ترکوں سے شکست کھا کر پسا ہونا پڑا۔ لیکن انگریز ہماز سمندر سے ترکوں کی فوج پر آگ برساتے تھے۔ اور طیارے فضا سے گولے

پھینکتے تھے جب ترکوں نے نیبوع پر یورش کی۔ تو انہیں تین دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ سامنے فیصل کی فوج تھی۔ جو جدید سامان حرب سے آراستہ تھی۔ بالائے سر برطانی طیارے پرواز کر رہے تھے۔ ایر و ہنی جانب سے برطانی ہماز گولہ باری

میں مصروف تھے۔ ناچار انہیں ہٹ جانا پڑا +  
 قبائل کی جنگ! اس عائدہ کے تمام قبائل شریفین کی بادشاہت تسلیم کر چکے تھے۔  
 جبکہ قبیلہ بنی قریظہ وغیرہ سب کے سب ترکوں کے مخالف تھے۔ قبائل اگرچہ طریق  
 جنگ سے متاثر نہ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی شجاعت میں کسی کو کلام نہیں۔ شہنشاہ کے  
 ایک معرکہ میں سپہ سالار کا زار گرم تھا۔ ایک قیدی کے لوگ یکایک بیٹے اور غائب  
 ہو گئے۔ ان کی غیر متوقع پسپائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فیصل اور لائنس کو بھی ہزیمت اٹھانا پڑی۔  
 ہانا پڑا۔ شاہ کہ اس قیدی کا سردار فیصل کے پاس آیا۔ اور جب اس سے اس عجیب  
 غریب طریق عمل کا باعث پوچھا۔ تو اس نے نہایت لاپرواہی سے جواب دیا۔ ہم  
 ہمارے پیچھے چلے گئے تھے +

ان بے فائدہ اور طریق حرب سے نابلد قبائل کے علاوہ باقاعدہ فوج بھی تھی  
 جس کی قیادت عزیز المصیری اور مویا کر رہے تھے۔ یہ دونوں نہایت آزمودہ کار سپاہی  
 تھے۔ اور مدتوں ترکوں کی فوج میں رہ چکے تھے +

لیکن یہ نہ سمجھتے کہ حملہ و دفاع کے اس عمل میں لائنس محض تلوار کے جوہر  
 دکھاتا رہا۔ بلکہ اس نے ہر موقع پر اپنے خطیبانہ کمالات سے کام لینے کی کوشش  
 کی۔ اس نے فوجی و رومی ترک کر کے عربی لہجہ اس اختیار کر لیا تھا۔ زبان ہست  
 سے رازناش کر دیا کرتی ہے۔ لیکن وہ عربی نہایت روانی سے بول سکتا ہے۔ یہ سب  
 سے کہ اس کی زبان میں عربی فصاحت و مفقود ہے۔ لیکن شام کے دیہات میں تقریباً  
 سب لائنس کی زبان یعنی کے متعلق گفتگو بیان کرتے ہیں۔ لہذا لکھتا ہے۔ کہ وہ نہایت صحیح عربی  
 بول سکتا ہے۔ رابرٹ گریو نے اس خیال کی تردید کی ہے۔ لائنس نے خود اپنے الفاظ میں

اسی قسم کی زبان بولی جاتی ہے۔ لارنس کا سوانح نگار ٹامس لادل اُس کی خصوصیات سرگرمیوں کے متعلق لکھتا ہے :-

دو لارنس نے صرف دو وقتوں کے ساتھ صحرائے عرب کا سفر اختیار کیا۔ وہ خانہ بدوش قبائل کے قیام نگاہ پر ٹھہر جاتا تھا اور شینوخ کو طلب کر کے نہایت صحیح اور بے عیب عربی زبان میں اپنے مقاصد بیان کرتا تھا۔ لارنس مسیحی تھا۔ اور اس ارض پاک میں اُس کا سفر مداخلت کا حکم رکھتا تھا۔ لیکن یہ حقیقت کہ وہ شریعت حسین کے عزیز ترین فرزند سیدی فیصل کا فرستادہ تھا۔ اس امر کی کافی ضمانت تھی کہ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ راستہ کو نماز کے بعد وہ سیاہ خیموں کے سلسلے بٹھ جاتا تھا اور اپنے میزبانوں سے عرب کی گذشتہ عظمت اور موجودہ غلامی اور نجات کا ذکر اس طرح کرتا تھا کہ قہیڑ کے ہر فرد کی دگوں میں خون جوش مارنے لگتا تھا۔ بکری کے کباب سامنے آتے۔ چائے کا دودھ پلاتا تھا۔ اور لارنس نہایت دانشمندی سے ترکوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دینے کے امکان پر بحث کرتا تھا۔ اُس نے انہیں یقین دلایا کہ اب اس امر میں پس و پیش کرنا مشیت ایزدی سے مقابلہ کرنے کا مراد ہے۔ کیونکہ اُن کا قدیم دشمن فرانسیسی اطالوی اور روسی سپاہیوں سے جنگیں لڑ رہے ہیں۔ اُنچھا ہوا ہے۔ اور عربوں کے عزائم کی مزاحمت نہیں کر سکتا +

(تقیہ حاشیہ) ایک مکتوب میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ اگرچہ میں تقریباً بارہ ہزار الفاظ جانتا ہوں لیکن عربی زبان بہت وسیع ہے۔ اہل جاز کی سی قصائد کہی و سحر و انصاف نہیں کی جاسکتی



اگر لاول کے اس بیان کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ ماننا پڑیگا کہ عرب قبائل کے اتحاد میں لارنس کی سعی کا بہت بڑا حصہ تھا۔ اس بیان کو ایمان نظر دیکھنے لارنس نے بھی وہی حربہ استعمال کیا۔ جو اس سے پہلے بغاوت کے دوسرے نقیب استعمال کر چکے تھے۔ یعنی عربوں کی عظمت و سطوت پارینہ کا ذکر کر کے انہیں ترکوں کے دائرہ القیاد سے نکلنے کی دعوت دی گئی۔ یہ دعوت کامیاب ثابت ہوئی اور عرب قبائل گروہ درگروہ فیصل کے پاس پہنچنے لگے +

حکمۃ اوجہ کے مغرب کی جانب سمندر ہے۔ مشرق کی سمت میدان اور جنوب کی طرف ایک خشک وادی مشورہ کے بعد یہ قرار پایا کہ جنگی اور تری دونوں جانب سے حملہ کیا جائے۔ چنانچہ کپتان بائبل۔ قبیلہ عرب اور قبیلہ جہینہ کے تقریباً ایک ہزار آدمیوں کو سمندر کی راہ سے بھیجا گیا اور باقی فوج جس کی تعداد دس ہزار تھی جنگی کے راستہ سے برسی۔ اوجہ کے ترک گورنر نے جب یہ سنا تو اس نے تمام رہا بیلا کو جن کی تعداد دوسو سے متجاوز نہیں تھی۔ طلب کر کے ایک نہایت پر جوش تقریر کی جس کا مختص یہ تھا کہ ترکوں کو نہایت ثابت قدمی سے مدافعت کرنا چاہئے اور خود اپنے چند رفقا کے ساتھ رات کو ہی شہر سے نکل گیا۔ لیکن اس واقعہ سے ترکوں کے ثبات قدم میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور انہوں نے اس شجاعت سے مدافعت کی کہ حملہ آور دنگ رہ گئے +

اوجہ کا مگر عرب کی تاریخ بغاوت میں بہت اہمیت رکھتا ہے علی الخصوص مٹھی بھر ترکوں نے جس دلیری اور پامردی سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ اسے تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ کسی شجاع قوم نے اپنے دشمن کی شجاعت

کا اعتراف کیا ہو لیکن اس معرکہ کے تذکرہ میں انگریز مورخوں کے قلم سے بھی ایک آدھ تعریفی جملہ ٹپک پڑا ہے۔ حملہ کی تیاریاں جس دوشور سے کی گئیں، اُن سے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عرب ساری کائنات کو فتح کرنے میں تھے۔ سمندر سے برطانی جنگی جہاز جن کی کمان خود امیر البحر و اسلحہ دہس کر، ہاتھ لگے برسرِ رہے تھے۔ اور کوہِ ہزار شجاع عرب جو جدید ترین سامانِ حرب سے آراستہ تھے بخشی سے پیشقدمی کر رہے تھے۔ اور یہ سارا اہتمام کس لئے کیا گیا تھا، فقط دو سو ترک مجاہدین کے لئے! جب گویوں نے قلعہ کے استحکامات کو تباہ کر دیا تو قبائل جہینہ اور حرب کے افراد شامل پر اترے۔ اور مفصل نے یورش کی۔ ترک نہایت پامردی سے لڑے۔ اور سب کے سب کٹ کر مر گئے۔ قتل و ہلاکت کا طوفان تھا اور تلوار نے دم لیا۔ تو غارت گری کی نوبت آئی۔ اور چند ساعتوں میں سارا شہر لوٹ لیا گیا۔ یہ واقعہ ۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء کا ہے +



لے ایک عرب نے اتویہ پر قبائل کے هجوم کا منظر دیکھا تھا، ساری دنیا اتویہ کی جانب پیشقدمی کر رہی تھی۔

# نواں باب

## بغاوت کی کامیابی کا پہلا مرحلہ

الوجہ کی تسخیر بغاوت عرب کی تاریخ میں اس اعتبار سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ کلاس کے بعد تمام ساحلی مقامات ترکوں کے قبضہ سے نکل گئے۔ اس پر اندلیشہ نہیں رہا تھا۔ کردہ سمندر کی جانب سے حملہ کر سکیں گے۔ فیصل کی اس کامیابی نے اتحادیوں پر حیرت انگیز اثر کیا۔ یا تو وہ عرب کی بغاوت سے قطعاً بالکل ہٹ چکے تھے۔ یا اب یہ اندلیشہ دامنگیر ہو گیا کہ عربوں کی فتح مندی کا یہاں اب کہیں بڑھتا ہوا دشمن کی دیواروں تک نہ جا پہنچے۔ اور وہ ایک مشترکہ عرب سلطنت کی بنیاد ڈالنے میں کامیاب نہ ہو جائیں۔

مغرب میں عہودہ واثق اس لئے نہیں کئے جاتے کہ انہیں پورا بھی کیا جائے۔ شریف حسین سے جو عہدہ کئے گئے تھے۔ وہ اس یقین اور اعتماد کے ساتھ کئے گئے تھے کہ بغاوت عرب کامیاب نہیں ہوگی۔ اور ان عہودہ کے ایذا کی نوبت نہیں آئے گی۔ شریف حسین سے بیان و قایمانہ نے کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایک فوج کا ایک بڑا حصہ عرب کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف رہے۔ البتہ

وہ اتنا ضرور چاہتے تھے کہ بناوٹ کا سلسلہ دیر تک جاری رہے۔ تاکہ ترکوں کو فلسطین اور عراق میں اتحادیوں کے مقابلہ پر اپنی تمام عسکری قوت جمع کرنے کا موقع نہ ملے، افسوس مغربی ملکیت کے دامن میں سب کچھ ہے۔ غلوں کی شلاع نہیں!

غرض کہ جنگ کا نقشہ بدلتے ہی اتحادیوں کے طریق عمل میں بھی فرق آگیا۔ فرانس جو شام پر قبضہ رکھنا چاہتا تھا۔ عربوں کی پیش قدمی کو حیرت اور خوف کی نظر سے دیکھنے لگا۔ اب فرانس اور انگلستان دونوں میں سے ہر ایک کی یہی فکوش تھی کہ وہ عربوں کا اعتماد حاصل کرنے میں اپنے حریف پر گوتے سبقت لے جائے لارنس جب قاہرہ پہنچا تو فرانسیسی کرنل نے جو فرانس کے عسکر مشینہ مصر کا سالار تھا۔ اسے طلب کر کے کہا کہ میں عقبہ پر قبضہ کر لینا چاہتا ہوں۔ عقبہ بحیرہ قلزم کے انتہائی سرے پر ایک بندرگاہ ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ عقبہ پر قبضہ کر کے معائنہ پر بھی تسلط کر لیا جائے۔ جو عقبہ سے آستی میں کے فاصلہ پر واقع ہے + لارنس نے جواب دیا کہ عقبہ کا محل وقوع ایسا ہے کہ اس پر سمندر سے

کا سیلاب حملہ نہیں کیا جاسکتا۔ بہتر یہی ہے کہ عرب خفگی سے اس پر حملہ کریں۔ انہیں یقیناً کامیابی ہوگی۔ فرانسیسی کرنل یہ جواب سن کر مایوس نہیں ہوا بلکہ اقبہ میں جا کر فیصل سے ملا شاید فیصل سے وہ عقبہ پر حملہ کی اجازت لے لیتا۔ لیکن اس کی ایک غلطی کی بدولت فیصل ناراض ہو گیا۔ اور یہ گفتگو نام کام ثابت ہوئی۔ انہوں نے یہ تصریحات ہماری نہیں۔ بلکہ رابرٹ گروز نے اپنی کتاب لارنس اور عرب میں نہایت تفصیل سے لکھا ہے کہ اتحادی عربوں کے اعتماد پر بیٹھے تھے۔ اور بغداد پر عرب کو باغیہ اٹھانے سمجھتے تھے۔

گفتگو میں فیصل نے اس سے چند کوہستانی توہیں طلب کیں۔ کرنل نے جواب دیا۔  
 کہ عرب میں کوہستانی توہیں بیکار ہیں۔ عربوں کے لئے بہتر ہے کہ وہ پہاڑیوں  
 پر بکریوں کی طرح چڑھ جائیں + چونکہ عربوں کے نزدیک کسی کو بکری کہہ دینا  
 بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے فیصل کو غصہ آگیا۔ اور کرنل حریف مدعا  
 زبان پر لائے بغیر واپس چلا آیا +

اُدھر تاحرہ کے برطانی عساکر سالار اعظم عربوں کو اپنی مہمیت قلب کا یقین  
 دلانے کے لئے فوج کا ایک دستہ بھیجا چاہتا تھا۔ کیونکہ اب انگریزوں کو بھی یہ  
 اندیشہ ہو چلا تھا کہ کہیں شریف حسین ان کے حقیقی مقاصد سے آگاہ ہو جائے +  
 لائنس نے اسے یقین دلایا۔ کہ عربیے انگلتان پر پورا اعتماد رکھتے ہیں۔ ان کی انت  
 کے لئے فوج بھیجا غیر ضروری ہے۔ چنانچہ سوئز سے صرف دو مسلح گاڑیاں بھیج دی  
 گئیں۔ اور سادہ لوح عرب انہیں غیر متوجہ قیمت سمجھ کر خوش ہو گئے +

بعض عرب قبائل ابھی تک بغاوت میں شریک نہیں ہوئے تھے شریف  
 حسین کی کامیابیوں نے ان کا عقیدہ بھی متزلزل کر دیا۔ امیر نواری جو سرحد عراق  
 کے قبائل کا فرمانروا تھا۔ بغاوت میں علانیہ شریک ہو گیا۔ عوہ ابن ابوطاٹی  
 جس کی شجاعت کے افسانے مورخین نے نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور جے  
 شہابی عرب کا سب سے بڑا دشمن سمجھا جاتا تھا + قبیلہ ابوطاٹی کی مختصر جمیت  
 نے کرفیصل کے ساتھ آ ملا + ہر عرب شیخ کوئی نہ کوئی تحفہ لے کر فیصل کے پاس آتا  
 تھا۔ فریضہ حسین نے ایک موقع پر کمرہ قلم میں برطانی جلی جہاز دیکھ کر کہا تھا۔ "اے برطانیہ  
 تو بھر بیکاری ہے اور میں ایک حقیر مجھ ہی ہوں" ملازمہ ملائیس کے ساتھ عرب میں "مستندہ لائیں"

تھا۔ قبیلہ حویلیات کا شیخ جب فیصل سے ملنے چلا۔ تو غالی ہاتھ تھا۔ اُس نے  
 ترکوں کی دو چوکیاں جو بحیرہ قازم کے ساحل پر واقع تھیں۔ بوٹ لیں۔ اور بہت سا  
 مال غنیمت لے کر فیصل کے پاس پہنچا۔

جعفر پاشا | عربوں کی فوج میں ابھی تک کوئی آزمودہ کار جو تیل نہیں تھا۔ جو جدید فن  
 حرب سے اچھی طرح آگاہ ہو۔ یہ کی جعفر پاشا نے پوری کردی جعفر ایک عراقی اہل  
 حرب تھا۔ اور عرصہ دراز تک ترکی عسکر میں رہ چکا تھا۔ غازی اور پاشا نے اس  
 کو مجاہدین مندوسی کی تنظیم پر مامور کیا تھا۔ جعفر نے نہایت قابلیت سے یہ خدمت  
 انجام دی۔ مصر کے ایک معرکے میں وہ اسیر ہو کر انگریزوں کے ہاتھ آیا۔ اور قاپوٹیہ  
 قید کر دیا گیا۔ وہ ایک مرتبہ قید سے بھاگ نکلا۔ لیکن پھر گرفتار کر لیا گیا۔ اسے معلوم  
 تھا۔ کہ بازار استانبول میں غلامی کا رنگہ چلتا ہے۔ اور آزادی کی متاع اسی سے  
 خریدی جاسکتی ہے۔ اس لئے اُس نے بغاوت عرب میں شرکت کی خواہش ظاہر  
 کی۔ اور اسے آزاد کر کے فیصل کے پاس بھیج دیا گیا۔ جس نے باقاعدہ فوج کی قیاد  
 اُس کے سپرد کردی۔

الوجہ کی تفسیر سے باقیوں کو ایک بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ گئے منکر کی جانب ترکوں  
 کی پیش قدمی رک گئی۔ انہیں خیال تھا کہ عربوں نے اپنی تمام عسکری قوت راہ  
 میں مجتمع کر رکھی ہے۔ اور وہ اپنی کوششیں محض دفاع تک محدود نہ کرنا چاہتے ہیں  
 لیکن انہیں یہ ملامت کر کے بے حد تعجب ہوا۔ کہ انہوں نے دفاعی سرگرمیوں کو ہجوم  
 اور جارحانہ اقدام سے بدل دیا ہے۔ البتہ یہ یقین نہ کرنے کے لئے عربوں نے دیرینہ

ملنے جعفر پاشا کے بعد اُس سے ایک عزیز پوری پاشا جی باقیوں کے ساتھ مل کر تھا۔

قرب و جوار میں ترکوں کی چوکیوں پر پے در پے حملے کرنا شروع کر دیے۔ عبداللہ ایک چھٹی سی جمیٹ کے ساتھ حوالی مدینہ میں تاخت و تاراج کرنے لگا۔ ترک یکایک ہسپا ہو گئے اور اپنی منتشر اور پرالگ، قوت کو مدینہ میں سمیٹ لیا +

لارنس جانتا تھا کہ اس جنگ میں زبان ملو اسے کہیں زیادہ کارگر ثابت ہو رہی ہے۔ چنانچہ وہ براہ عربوں کی فتنہ دہی کے افسانے مشہور کرنا رہا۔ ترکوں کو ہر روز اطلاعیں موصول ہوتیں تھیں۔ کہ آج عربوں نے فلاں مقام پر قبضہ کر لیا۔ او آج فلاں چوکی کوٹ لی گئی۔ حالانکہ ان میں اکثر خبریں بالکل غلط اور بے سرو پا ہوا کرتی تھیں + ترکوں کو صرف شمال کی جانب سے کمک پہنچ سکتی تھی۔ لارنس نے یہ راہ بھی مسدود کر دینا چاہی۔ اور اپنی کوششیں جواز دلو سے کو تباہ کرنے پر مرکوز کر دیں۔ اس کے پاس ڈانٹا میٹ کافی مقدار میں موجود تھا جس کی مدد سے ریلوے کا اکثر حصہ تباہ و برباد کر دیا۔ ایک موقع پر جبکہ گاڑی مدینہ کے ترک مجاہدین کے اہل خیال کو لے کر گزر رہی تھی ایک ٹرنگ بھی جس اتفاق سے گاڑی کو نقصان نہیں پہنچا۔ اور وہ صبح و سالم عورتوں اور بچوں کو لے کر گزر گئی +

انہیں دونوں اطلاع ملی کہ غازی اور پاشا نے مدینہ کی فوج کو حکم دیا ہے کہ وہ مدینہ خالی کر کے شمال کی جانب ہسپا ہو جائیں۔ اور مقام جوک پر پہنچ کر اس فوج کے سینہ میں چالیں جو برطانی عساکر سے ہر دو آزا ہے۔ یہ خبر ایسی نہ تھی کہ برطانیہ کے عسکری حلقوں میں اضطراب برپا نہ کر دیتی۔ مدینہ کی ترک فوج اتنا طویلہ کے شجاع ترکوں پر مشتمل تھی۔ برطانی افسر جانتے تھے کہ اگر یہ عسکری قوت ہمارے مقابلہ میں صحت آرا کر دی گئی۔ تو شام فلسطین میں ہماری فتنہ دہی ہر کمیت و شکست سے بدل جائے گی۔ اور

ہمارے لئے پسپا ہونے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہیگا۔ اس لئے لائنز کو ہدایت کی گئی کہ جس طرح ہو سکے عرب کے ترکی عساکر کو جنگ و پیکار میں الجھائے رکھے اور انہیں اتنی قہمت نہ دے کہ وہ انگریزوں سے پیکار آزماؤں کا قصد کر سکیں +

لائنز کی تجویز | عبداللہ مدینہ کے شمال مغرب میں ایک چھوٹی سی جمیعت کیساتھ موجود تھا۔ لائنز اس کے پاس پہنچا۔ تاکہ مدینہ پر حملہ و یورش کے مسئلہ پر غور و فوض کر لیا جائے۔ عبداللہ کے پاس پہنچ کر وہ بخاریں مبتلا ہو گیا۔ اور کئی دن بیمار پڑا۔ بخار کی حالت میں اس نے مدینہ پر حملہ کے مسئلہ پر غور کیا۔ یکایک اسے خیال گذرا کہ مدینہ پر یورش کا ارادہ ایک خطرناک غلطی ہے۔ اتحادیوں کے مقاصد کی تکمیل تو اسی صورت میں ممکن ہے کہ ترکوں کی فوج کا بیشتر حصہ عرب کی بغاوت میں الجھا رہے۔ لیکن اگر مدینہ کے استحکامات پر قبضہ کر لیا گیا تو ترک عساکر کا ایک حصہ جو حجاز دیلوے کی حفاظت کر رہا ہے پسپا ہو کر فلسطین کے ترک مجاہدین سے جا ملے گا۔ مزید براں ترک قیدیوں کو جو راک دینا پڑے گی اور عرب میں جہاں سانا خور و نوش کی قلت کامیابی کی راہ میں سب سے بڑی دشواری ہے۔ بے حد قوت پس آئے گی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ عرب مدینہ کے استحکامات پر حملہ کر کے اپنی قوت ضائع کرنے کی بجائے مدینہ کی محافظ فوج کا پونہ فلسطین کے ترک عساکر سے منقطع کر دیں۔ ایسا ہو جائے تو عربوں کی قوت سے فلسطین میں کام لیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ لائنز نے صحت پاتے ہی عبداللہ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی طاقت مدینہ پر تاخت میں صرف کرنے کے بجائے اپنی ساری قوتیں حجاز دیلوے کو تباہ کرنے پر مرکوز کرے تاکہ مدینہ کی محافظ فوج کو شمال کی جانب سے کوئی کمک نہ پہنچ سکے +



فیصل اور اس کے دوسرے مشیروں سے بھی لائس نے کہا کہ حجاز میں اپنی  
 فکری قوت ضائع کرنے کے بجائے بہتر ہے کہ شمال کی جانب بڑھ کر قندہار قبضہ  
 کر لیا جائے لیکن مدینہ پر حملہ کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اس لئے وہ اس تجویز  
 پر عمل نہ کر سکے +

ابھی اس مسئلہ پر غور و فکر ہو رہا تھا کہ لائس کی ملاقات قبیلہ حویطات کے  
 مشہور شہسوار عودہ ابن ابوطائی سے ہوئی۔ عودہ کی شجاعت بے باکی اور سادگی نے  
 لائس کو بہت گرویدہ کر لیا۔ اور ان دونوں میں رابلہ دوستی مستحکم ہو گیا +

عودہ ابن ابوطائی کے متعلق لائس کے سوانح نگاروں نے عجیب و غریب واقعات لکھے  
 ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ عودہ نے اٹھائیس مرتبہ شادی کی۔ تیرہ مرتبہ زخمی ہوا۔ اس نے جنگ  
 میں پچھتر عربوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا۔ ان کے علاوہ دوسری قوموں کے لوگ بھی  
 تھے۔ عودہ نہایت فیاض، شجاع اور بذلہ سخاوت تھا۔ وہ بھی انہیں فریب خودہ لوگوں  
 میں تھا۔ جو اتحاد عرب کے نام پر تمکوں کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے تھے۔ اس کی بیباکی کے  
 متعلق ایک واقعہ رابرٹ گریو نے اپنی کتاب "لائس اور عرب" میں لکھا ہے۔ وہ لکھتا  
 ہے کہ ایک موقع پر جبکہ فلسطین کے ہائی کمشنر ہربرٹ سیمول سے عرب شیوخ کا تعارف  
 کرایا گیا سر ہربرٹ نے ترکیوں کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے عودہ کی جانب رخ کر کے کہا کہ انہیں  
 آپ خوش ہوں گے۔ کہ مشرق میں امن قائم ہو گیا ہے۔ عودہ نے جواب دیا "امن! جب  
 تک فرانسیسی شام میں ہیں۔ انگریز عراق میں اور یہودی فلسطین میں کیونکر ملے گا" سر  
 ہربرٹ نے یہ کھری کھری بائیں سینیں اور مسکرا کر خاموش ہو رہا +

# دسوال باب

## صحرائے عرب کا سفر

فیصل اور اُس کے مشیر مدینہ کے محاصرہ پر اپنی تمام تر توجہ صرف کر رہے تھے۔ اور لارنس عقبہ کی تسبیح کے مسئلہ پر غور میں مصروف تھا۔ ابتدا میں تخیل متضاد سا تھا۔ لیکن طویل غور و فکر نے اُسے روشن کر دیا۔ اور لارنس کے ذہن میں حملہ کی تمام جزئیات و تفصیل ایک ایک کر کے آگئیں۔ چنانچہ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ فیصل کو الوجہ میں چھوڑ کر ایک مختصر جمعیت کے ساتھ عقبہ پر حملہ کرے۔ اور عربوں کے لئے شام و فلسطین میں فتوحات کا دروازہ کھول دے +

فیصل نے لارنس کو اس مقصد کے لئے بائیس ہزار پونڈ دیئے۔ اُس نے یہ رقم اپنے رفقاء میں تقسیم کر دی۔ اور یہ مختصر سا قافلہ جس میں لارنس کے علاوہ قبیلہ حویطات کا مشہور شہسوار عودہ ابن الوطائی۔ شریف حسین کا ایک عزیز ناصر اور دو عرب شاہی نسب اور فوجی شامل تھے۔ شمال کی جانب روانہ ہو گیا +

الوجہ اور عقبہ میں وسیع ریگ زار حاصل ہے جس میں بہت کم نخلستان پائے جاتے ہیں۔ لارنس نے اس سفر کی کیفیت نہایت چرچہ طاعت انداز میں

لکھی ہے۔ راستہ کی مصوبتوں کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ آنکھوں تلے صحرائے  
عرب کی بے پایاں وسعت۔ ریت کے تودوں۔ اور بے آب دگیاہ میداؤں  
کا نقشہ بھر جاتا ہے۔ غرض کہ وہ کلیفیں اٹھاتے سولہویں دن عرفجہ نام ایک  
مقام پر پہنچے۔ جہاں سے سرسبز نخلستانوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ جوت  
میں اُن کی ملاقات امیر نوری سے ہوئی جو اس علاقہ کا فرمانروا تھا۔ شخص بناوت  
عرب کی حمایت و تائید کا عہد کر چکا تھا۔ لارنس نے اُسے چھ ہزار پونڈ دے کر  
اس عہد پر تھر تو شیخ کرائی۔ اور اسی علاقہ کے ایک چھوٹے سے قریہ میں جہا  
سے عقبہ ایک سو اسی میل کے فاصلہ پر مغرب کی جانب تھا۔ پڑاؤ ڈال دیا  
گیا۔ اور ارد گرد کے قبائل کو جمع کر کے ایک بے قاعدہ فوج مرتب کرنے کی  
کوششیں ہونے لگیں۔ یہاں لارنس کے رفقاء کے ارادے کے سیدھے متضاد  
ہو گئے۔ اور اس امر پر غور ہونے لگا۔ کہ عقبہ کے بجائے دمشق پر حملہ کیا جائے  
لیکن لارنس کے دلائل نے انہیں قائل کر لیا۔ اور یہ صلاح ٹھہری کہ نصیب  
اور زکی کو قبیل دروز میں بھیج دیا جائے۔ تاکہ وہ فرزند ابن دوز کو ترکوں کے خلاف  
براہ کھینچ کر لیں۔ اور دمشق پر حملہ کا وقت آئے تو یہ مرحلہ بھی آسانی سے طے  
ہو جائے۔

نصیب و معاہدہ | ادھر تو شریف حسین سے وعدہ کیا جا چکا تھا۔ کہ عربوں کو آذادی عطا

ملے مصر کے باقی کثیر سرزمینوں کو بھی نے شریف حسین سے جوہ دے گئے تھے اُن میں ایک  
یہ بھی تھا کہ تمام کے اُن اضلاع میں جن کے باشندے فاضل عربی النسل ہیں۔ فرانسیسیوں کو  
کی مخالفت کی جائے گی، سرزمینوں نے ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو شریف کے تمام جو (دیکھئے صفحہ ۵۷)

کی جائے گی۔ اور صرف حجاز میں ہی نہیں۔ بلکہ شام اور عراق میں بھی انہیں کا علم استقلال بلند ہوگا۔ اور اُدھر روس۔ برطانیہ اور فرانس میں ایک خفیہ معاہدہ ہو چکا تھا۔ جس کا مفاد یہ تھا کہ ترکوں کے ایشیائی مقبوضات کے حصے بخرے کر لئے جائیں گے۔ اور شام۔ فلسطین اور عراق پر ہلالی پرچم کے بجائے صلیبی نشان لہراتا نظر آئے گا۔ عرب مال کا رسے بے خبر۔ برطانیہ کے مواعید پر اعتماد کے بیٹھے تھے کہ یکایک روس میں انقلاب کا طوفان اپنی پوری قوت سے پھٹ پڑا اور زار کے ایوانِ غفلت کو ایک ہی ریلے میں ہمالے گیا۔ بالٹویکوں نے جن کے معاہدہ مستعینِ فرنگ کے عزائم سے بالکل جدا تھا۔ وہ عین حکومتِ ماتم میں لیتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ یہ خفیہ معاہدہ شائع کر دیا۔ ترکوں نے اتحادیوں کی عیاریوں سے دنیا کو آگاہ کرنے کے لئے اس کا عربی ترجمہ چھپوا کر بکثرت تقسیم کیا۔ اور عربوں کو پہلی مرتبہ اس حقیقت کا علم ہوا کہ اتحادی شام۔ عراق اور فلسطین کو اپنے احاطہ اقتدار میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اگر اس وقت بھی عرب ہوشمند سی سے کام لیتے۔ اور اتحادیوں کا آلہ کار بننے سے انکار کر دیتے۔ تو یقیناً جنگ کا نقشہ بدل جاتا۔ لیکن بد قسمتی سے عربوں کو برطانیہ پر غیر معمولی اعتماد تھا۔ جسے یہ انکشاف بھی متزلزل نہ کر سکا۔ چنانچہ امیر نوری کے پاس جب اس معاہدہ کی ایک نقل پہنچی تو وہ سیدھا لارنس کے پاس گیا۔ اور اسے یہ عہد نامہ دکھا کر اتحادیوں کی اس عجیب حرکت کا باعث پوچھا۔ لارنس نے اسے یہ جواب دے کر ٹال دیا۔ کہ اتحادیوں نے ابعدہ حاشیہ مکتوب لکھا تھا۔ اس کا مفاد یہ تھا کہ ”حکومتِ برطانیہ عربوں کے جذبہ آزادی و استقلال سے ہمدردی رکھتی ہے۔ اور اس سلسلے میں انہیں ہر قسم کی مدد دینے پر آمادہ ہے +

عربوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا ہے۔ اس نے پہلے تمام معاہدات پر خط نسخہ کھینچ دیا ہے۔ آپ بے فکر رہئے۔ تمام ولایتوں کے پورے کئے جائیں گے۔  
 لارنس کے ان الفاظ نے امیر نوری کے شبہات دور کر دیئے۔ اور اس نے یقین کر لیا کہ اتحادی عربوں کی ایک مطلق الفغان متحدہ سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں جو چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر مشتمل ہوگی۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوا۔ اور جب جنگ کا طوفان تھا۔ تو یہ عسود و مویشی نہایت بے دردی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔

لارنس زمانہ لباس میں | لارنس ۳ جون ۱۹۱۷ء کو اپنے چند رفقاء کی معیت میں شمال کی جانب روانہ ہوا۔ اور تقریباً دو ہفتہ تک غائب رہا۔ عربوں تو اس نے بغاوت عرب کے تمام واقعات تفصیل سے لکھے ہیں۔ لیکن اس مقام پر اس کا قلم یک بیک خاموش ہو جاتا ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ اس عرصہ میں کہاں رہا؟ کیا کرتا رہا؟ اور اس نے اپنے سوانح حیات میں ان واقعات کو کیوں قلم انداز کر دیا؟ البتہ اس کے سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ اس نے یہ زمانہ دمشق اور حلب میں بسر کیا۔ لارنس اس گھمٹا ہے کہ اس پر اسرار سفر میں لارنس کے ساتھ قبیلہ حمترہ کے ایک شخص کے سوا کوئی نہیں تھا۔ لارنس زمانہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ اور اس کا چہرہ ایک دیز نقاب سے پوشیدہ تھا۔ شجاع ترک جلس لطیف کا احترام کرتے ہیں۔ یہ جذبہ احترام انہیں مجبور کرتا تھا کہ لارنس اور اس کے رفیق سے کوئی تعرض نہ کریں۔ یہ دونوں زمانہ لباس کی بدولت ترکی عساکر سے صحیح وسالم گذر گئے۔ اس سفر کے مقاصد پر بھی "ایک پڑھ پڑا ہے" لیکن لارنس کا بیان ہے کہ لارنس نے یہ خطرناک سفر وادی فرات کے

قبائل کو ترکوں کے خلاف براؤنگینہ کرنے کی غرض سے اختیار کیا تھا۔ چنانچہ اس مقصد میں اُسے کامیابی ہوئی اور بعض وہ قبائل جو ابھی تک بناوٹ میں شرکت سے انکار کر رہے تھے۔ شریعت حسین کے حامی ہو گئے +

لیکن اس سفر کا عجب ترین واقعہ یہ ہے کہ بلبلیک کے قریب پہنچ کر لارنس نے اپنے رفیق سفر کو شہر کے باہر چھوڑا۔ اور خود فوجی وردی میں شہر کے اندر داخل ہو گیا ترکوں نے اُسے جرمین افسر سمجھا اور کسی نے مزاحمت نہیں کی + بلبلیک کی سیر کر کے اُس نے پھر زمانہ لباس اختیار کر لیا۔ اور قریب و جوار کے خیدو خ سے ملاقات کر کے اُن سے بناوٹ میں شریک ہونے کا عہد لیا +

یہاں سے لارنس نے دمشق کا رخ کیا۔ دمشق کا گورنر علی رضا پاشا درپردہ بناوٹ کا حامی تھا۔ اُس نے لارنس کی خاطر مامرات میں کوئی دقیقہ اٹھانے نہ رکھا۔ یہاں سے آگے بڑھا تو اُسے ایک اور عجیب واقعہ سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ ایک چھوٹے سے قصبے سے گزر رہا تھا کہ یکایک چن ترک سپاہیوں نے اُسے مفرد سپاہی سمجھ کر روک لیا۔ فوجی صدر مقام پہلے گئے۔ جہاں افسروں نے سزائے تازیانہ کا حکم دیا۔ اور اُس کی پیٹھ تازیانوں سے ٹنگا کر دی گئی۔ لارنس پر شدت اذیت سے بہوشی طاری ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو وہ بھاگ نکلا۔ اور معائن سے ہوتا ہوا وعودہ از راتر سے اٹھا۔ یہ ہے لارنس کے پُر سر سفر کی وہ داستان جس کی صحیح تفصیل پر شاید ہمیشہ رات کا پردہ پڑا رہے گا۔

”دو لارنس ان اور بیبا“ لارنس کے ساتھ عرب میں۔ صفحہ ۱۹۹ +

لارنس لارنس نے اس ضمن میں لکھا ہے کہ لارنس معائن کے قریب زمانہ لباس میں گزر رہا تھا۔ چند فوجی ان تک سپاہیوں نے اُسے عورت سمجھ کر پھینکا پھینکا اور یہ مشکل تمام اُن سے بچ کر بھاگا +

# گیارہواں باب

## سقوط عقبہ

یوں تو بغادت عرب کے ہر مرحلہ پر لارنس کی ذہانت نمایاں ہو جاتی ہے۔ لیکن عقبہ کے معرکہ میں اُس نے جس حیرت انگیز تدبیر اور دیر اندیشی کا ثبوت دیا۔ اُس کی نظیر بڑے بڑے جرنیلوں کے کارناموں میں نہیں ملتی۔ اور یہ تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ لارنس کی شخصیت میں عصر حاضر کی ایک غیر معمولی ذہانت نمودار ہو گئی ہے +

دمشق کے گرد ہوا چ میں نصیب اور ذکی قبائل کو بغادت میں شرکت کی دھم دے رہے تھے۔ اور ترک یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ عرب دمشق پر هجوم کرنا چاہتے ہیں۔ پھر لارنس دمشق اور بلبلک میں پہنچا۔ تو ترکوں کا یہ خیال داسخ ہو گیا۔ اور انہوں نے عقبہ کے استحکام کی جانب توجہ کرنے کے بجائے اپنی تمام عسکری قوت دمشق میں جمع کر لی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عقبہ میں ترکوں کی ایک مختصر سی جمیعت رہ گئی۔ جسے شکست دینا چاہا دشوار نہ تھا +

لارنس کے پاس کافی فوج جمع ہو چکی تھی۔ ابوالسان نام ایک مقام پر جو عقبہ کے قریب واقع ہے۔ ترکوں سے اُس کا مقابلہ ہوا۔ ترک تعداد میں عربوں سے بہت

کم تھے۔ اس لئے شکست کھائی۔ اور لارنس نے آگے بڑھ کر عقبہ کا محاصرہ کر لیا۔ عقبہ کے محاصرے میں بھی برطانی اور فرانسیسی جنگی جہازوں کی اعانت شریک تھی۔ ادھر لارنس خشکی کی راہ سے شہر کی جانب بڑھا۔ اور اُدھر جنگی جہاز سمندر سے آگے بڑھنے لگے۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء کو عقبہ پر عربوں نے قبضہ کر لیا۔ لیکن شہر میں داخل ہو کر اُن کے ہاتھ کیا آیا؟ جنگی جہازوں کی گولیاں ہی نے تمام استحکامات کو تباہ کر دیا تھا۔ عربوں کو چند کھنڈروں کے سوا کوئی چیز نہ ملی جس پر وہ اپنا دست ماراج دراز کر سکتے۔ اس محاصرے میں بقیہ سات سو ترک سپاہیوں سے ہتھیار رکھوا لئے گئے۔ اور عربوں نے اُن سے نہایت ذلت آفریں سلوک کیا +

ترکوں سے ذلت آفریں سلوک | ترکوں پر عقبہ میں جو ستم توڑے گئے۔ اُن کے ذکر سے مغربی مصنفین نے عداوت اُترا دیا ہے۔ لیکن بعض مقامات پر ان کے قلم سے بھی یہی بات اسیے الفاظ میں نکل گئی ہے۔ جن سے عربوں کی ستمگاریوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک مصنف لکھتا ہے کہ ایک ترک افسر نے لارنس سے شکایت کی کہ مجھے ایک عرب نے ترکی زبان میں نہایت فحش گالی دی ہے۔ لارنس نے جواب دیا ”کالائے بد بریش خاند“ عربوں نے ترکی میں گالیاں دینا آپ لوگوں سے ہی سیکھا ہے۔ اس لئے آپ کو گالیاں نہ دیں تو اُدھر کس کو دیں +

عقبہ فتح ہو گیا۔ ترکوں کے خون سے عربی تلواروں نے پیاس بجھائی اے اسلام کے ان بھادوگر زندوں کی تختہ روتھ تھیک جی کھول کر کی گئی۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن سامان غور و نوش کا فقدان ایک ایسی دشواری تھی۔ جس کا کوئی حل نہیں تھا۔ چنانچہ لارنس کو قاہرہ کا مسافر اختیار کرنا پڑا۔ ایلینی انیس دنوں مصر کا بائی کشتہ مقرر ہوا تھا۔ لارنس نے



اُس سے سقوط عقبہ کے تفصیلی حالات بیان کئے۔ اور سامان خورد و نوش لے کر تھوڑے  
 دنوں میں واپس عقبہ پہنچ گیا +

اب شام کی تسخیر کا مرحلہ پیش تھا۔ لارنس نے شامی عربوں کو ترکوں کے خلاف  
 ابھارنے پر اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں۔ وہ جانتا تھا کہ حریت و استقلال کا نام  
 عربوں کے لئے اپنے اندر ایک خاص کشش رکھتا ہے۔ اور بغاوت کے نقیب جو  
 سقوط عقبہ کی خبر لے کر تمام اطراف میں پھیل گئے تھے۔ اسی نام پر عربوں کو سرکشی  
 کی دعوت دے رہے تھے +

بغاوت عرب کی اس داستان خونیں کا سب سے حیرت انگیز واقعہ تو  
 یہ ہے کہ ابھی تک بیرونی دنیا لارنس کے نام سے بے خبر تھی۔ علی الخصوص ہندوستان  
 کے مسلمانوں کو تو قطعی علم نہیں تھا۔ کہ انگریزی الاصل عیسائی کے ہاتھوں اسلام کی عزت  
 کس طرح بیاہ کر کوئی جارہی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ لارنس کی سرگرمیوں کو عداوت پر  
 اغوا میں رکھا گیا۔ اور خاص خاص لوگوں کے سوداگسی کو یہ نہیں بتایا گیا کہ عرب قبل  
 کو ترکوں کے خلاف صف آرا کر لے والا کون ہے؟ لطف تو یہ ہے کہ جنگ عمومی کے  
 خاتمہ کے بعد جب زمانہ کے دست گستاخ نے لارنس کے چہرہ سے اسرار کا نقاب اٹل  
 دیا۔ اور اُس کی سیرت کے بعض پہلو عوام کی نگاہوں کے سامنے آ گئے۔ تو نہایت  
 سادگی سے کہہ دیا گیا۔ کہ لارنس حکام کی اجازت لئے بغیر فیصل کے پاس چلا گیا تھا۔  
 اس لئے اُس کے اعمال کی ذمہ داری برطانیہ پر ناپذیر نہیں ہو سکتی۔ یہ نافرمان اور بخود  
 شخص قاہرہ کے جرطانی افسروں سے ملتا رہا۔ اور اُس سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ بلکہ  
 اسے لطف خاص کا مورد ٹھہرا دیا گیا۔ اور غالباً عقبہ کی تسخیر کے بعد نافرمانی کی یاد اُس

میں اسے لفٹ سے لفٹ کرل کے عمار پر ترقی دی گئی۔ اور پھر جلد کرل بنادیا  
 گیا۔ ہمیں یہ نہیں پوچھنا چاہئے۔ کہ اس خطا دار کو کیوں نوازا گیا؟ اس گنہگار پر  
 کیوں انعام و اکرام کی بارش کی گئی۔ ان اسرار و خفایا تک ہم عامیوں کے ذہن  
 کی رسائی نہیں دے سکتے۔ یہ مصالح خسروی ہیں۔ جن کی کوئی تو بہیہ ممکن نہیں +  
 ”سچا ہے بسلائے پر بخند و گاہے بدشمنائے خلعت بدہنر“



# بارہواں باب



## شام کی مہم

تھقبہ فتح ہوا تو شام عربوں کے ہجوم و حملہ کا مرکز بن گیا۔ لیکن شام ایک کھستانی ملک ہے۔ جسے پہاڑیوں سے مختلف علاقوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اور جس کے باشندوں کے جذبات و اعیال عقائد اور رجحانات بھی مختلف واقع ہوئے ہیں۔ ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ تک جانے کے لئے دشوار گزار راستوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جو اُن کے عرب کی سی بات کماں۔ کہ ایک صدام مختلف قبائل کو ایک مرکز پر جمع کر سکتی ہے؟ اس لئے شام کے قبائل کو ایک رشتہ میں منسلک کر دینا بہت مشکل تھا۔ لادش نے یہی مناسب سمجھا کہ بغاوت کی دعوت کے ساتھ قتل و ہلاکت کا ایک ایسا سلسلہ شروع کر دیا جائے جو اہل شام کو فوراً اپنی جانب متوجہ کر لے۔ تخریب و تصادم و شورش و اضطراب اور برہمی و اشتغال میں تعمیر و سکون سے زیادہ کشش ہے۔ مکان تعمیر کیا جاتا ہے۔ تو انسان اُس کی جانب چنداں التفات نہیں کرتا۔ وہ گرتا ہے۔ تو اُس کا دھماکا ہر شخص کو اپنی جانب متوجہ کر لیتا ہے۔ جب حجاز ریلوے تعمیر کی گئی تھی۔ تو عربوں نے باوجودیکہ اُن کے لئے یہ ایک نئی اور نہایت اہم چیز تھی۔ زیادہ دلچسپی اظہار نہیں

کی۔ لیکن جب لارنس نے اُسے تباہ کیا تو عربوں کی توجہ فوراً منقطع ہو گئی۔  
 عقبہ کو فتح ہوئے ابھی چھ مہینے بھی نہیں گزرے تھے۔ کہ فیصل اور جعفر پاشا  
 قبائل کی جمعیت کشمیر کے ساتھ لارنس کے پاس پہنچ گئے۔ اُس وقت یہ خطرہ بھی  
 دامنگیر تھا کہ کہیں ترک عقبہ پر حملہ نہ کر دیں۔ لارنس نے یہ مشورہ دیا کہ ترکوں کی  
 عسکری قوت کو پے در پے حلوں سے ضعیف کر دیا جائے۔ تاکہ ان میں اتنی  
 سکت نہ رہے کہ عقبہ پر یورش کر سکیں۔ چنانچہ حلوں کا یہ سلسلہ شروع ہوا۔ لیکن  
 ان میں شجاعت اور مردانگی جو عرب کا فطری جوہر ہے مفقود تھی۔ حلے اس طرح  
 کئے جاتے تھے۔ کہ صحرائے عرب کی وسعت سے عربوں کی ایک مختصر جمعیت  
 نمودار ہوتی ہے اور ترکوں کی چوکیوں پر آگ برسا کر صحرائیں غائب ہو جاتی ہے  
 پھر یہ منظر دکھائی دیتا ہے کہ جاذبیلوے پر ایک گاڑی چلی جاتی ہے۔ ایک مقام  
 پر پہنچ کر بیک بیک ایک مہیب دھماکا ہوتا ہے۔ اور فساد صوتیں اور گرد و غباریں اٹھ اٹھ  
 جاتی ہے۔ چنانچہ انھوں کے بعد اودھوئیں کا نقاب اُٹھ دیتی ہے۔ اور گاڑی کے  
 ٹکڑے اور ترکوں کی لاشوں کو ہر چار جانب منتشر کر دیتی ہے۔ اسے میں لارنس  
 اور اُس کے ہمراہی بھاڑیوں سے نکل کر انہیں گھیر لیتے ہیں۔ اور جو لوگ موت  
 سے بچ جاتے ہیں انہیں گرفتار کر لیا جاتا ہے +

ایک حملہ کے دوران میں لارنس کی مدد بیٹے جمال پاشا سے بھی ہو گئی۔ لیکن وہ  
 لڑ بھڑ کر نکل گیا۔ اور ترک اُسے گرفتار نہ کر سکے +

غرض کہ معان کے قرب و جوار اور شام کے کوہستانوں میں لارنس نے اپنی  
 سفاکی کی بدولت شہرت حاصل کر لی۔ اور جاذبیلوے پر آمد و رفت کا سلسلہ

منقطع ہو گیا۔ سرنگیں اڑانے اور پلوں کو تباہ کرنے کے سلسلہ میں لارنس کا نام مستور  
مشہور ہوا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ محاربہ عمومی کے خاتمہ پر  
جب لارنس مصر سے گزر رہا تھا۔ عوام میں یہ روایت مشہور تھی کہ وہ قسطنطنیہ کو تباہ  
کر دیگا۔ گویا عوام کے نزدیک یہ امر مسلم تھا کہ اس کا شوق تخریب و ہلاکت جنون  
کی حد تک جا پہنچا ہے۔ جو دیہست اور دشمن کی تمیز بھی نہیں کرتا +

لارنس ارنز میں | نو برس میں وہ ایلچی کے مشورہ سے اسی طرح سرنگیں اڑاتا اور  
پلوں کو تباہ کرتا آگے بڑھا۔ اور ارنز کے علاقہ میں فتحندانہ بڑھتا چلا گیا۔ کس  
کے مقام پر جہاں عہد فاروقی میں مسیحیوں اور مسلمانوں کے مابین ایک فیصلہ کن  
لڑائی ہوئی تھی۔ اس نے ایک پل کو تباہ کرنا چاہا۔ مگر ناکامی ہوئی۔ ارنز میں  
ایک اور سرین کو برباد کیا گیا۔ اس مہم میں ایک ہندوستانی مسلمان جہاد حسن شاہ  
کو اس کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے ساتھ ہندوستانی سپاہیوں کی ایک  
مختصر جمعیت بھی تھی۔ جو سب کے سب مسلمان تھے۔ ان لوگوں نے ارنز کے  
پرانے قلعہ پر قبضہ کر کے اسے از سر نو آراستہ کیا۔ اس قلعہ میں دربار لگا۔ ترک  
فوج کے مفرد عرب سپاہی شام کے شیعہ۔ اور شامی تحریک و طینت کے رہنما  
گروہ درگاہ تھانف لے کر لارنس کے پاس پہنچے۔ تبیلہ بنی صفور جو اپنے خصائل و عادات  
کے اعتبار سے بہت قدامت پسند اور سخت گیر سمجھا جاتا ہے پہلے ہی بغاوت  
میں شریک ہو چکا تھا۔ اس نئی فتحندی نے دوسرے قبائل کے پس و پیش اور تباہ  
کا بھی فاتحہ کر دیا۔ اور تمام کے کوہستان میں بغاوت پوری قوت سے پھیل گئی +

لہ قسطنطنیہ مصر کے ایک مشہور پل کا نام ہے +

بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ | لارنس ارنلڈ کے قبائل کو بغاوت میں شرکت کی دعوت

دسے کر عقبہ پہنچا۔ یہاں اُسے ایلینی کا ایک مکتوب ملا جس میں لکھا تھا کہ فلسطین میں انگریزوں کو غیر معمولی کامیابی ہوئی ہے۔ اور بیت المقدس ترکوں کے قبضہ سے نکل گیا ہے۔ اس مکتوب میں لارنس کو برطانی کو کبہ جلال میں خسر یک ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ جب ایلینی فاتحانہ غلبت و شکوہ کے ساتھ اس سرزمین میں داخل ہوا۔ تو لارنس اُس کے ہمراہ تھا۔

شام کی مہم میں بعض نہایت خرمیز لڑائیاں ہوئیں جن میں ترکوں کو نہایت سفاکی سے قتل کیا گیا۔ ایک محرمہ میں ہزیمت خوردہ ترکوں پر انیسویں کی ایک مسلح جماعت جا پڑی اور انہیں ایک ایک کر کے تہ تیغ کر دیا گیا۔

لارنس کے رفقا شام کی مہم کے اس خونیں عہد میں لارنس کو خود اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ کیونکہ ترک کماندار اعظم کی جانب سے اعلان کیا جا چکا تھا کہ جو شخص لارنس کا سر لائے گا۔ اسے بیس ہزار پونڈ کا انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب وہ قبیلہ فہیس کے شیخ کا مہمان تھا۔ رات کو شیخ کے بھائی نے اسے بیدار کر کے کہا کہ تمہارے متعلق ترکوں کو اطلاع بھیج دی گئی ہے۔ سلامتی پا ہو تو یہاں سے نکل جاؤ۔ لارنس یہ سنکر رات کی تاریکی میں بھاگ نکلا۔ لارنس نے اس زمانہ میں اپنے رفقاء خاص کی تعداد بڑھائی۔ تاکہ وہ قاتلانہ حملوں کے اندیشہ سے محفوظ ہو جائے۔ اُس کے رفقا میں بعض نہایت شجاع اور آزمودہ کار اہل قبائل شامل تھے۔ جن میں داؤدہ خزرج۔ راجیل اور عبداللہ کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ عبداللہ قبیلہ بنی نضیر کا ایک مشہور شہسوار تھا۔ اور چونکہ رہزنی اُس کا آبائی

پیشہ تھا۔ اس لئے وہ عبداللہ قاطع الطريق کے نام سے مشہور تھا۔ یہ لوگ لارنس سے پیہر مانوس تھے۔ اور اسے ہر وقت گھیرے رہتے تھے +

ارزاق سے لوٹتے وقت صرف راحیل اس کے ہمراہ تھا۔ راستہ میں قبیلہ یقیں کے چار شہسواروں نے اس پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن لارنس نے اس موقع پر بے حد مہیا کی اور دلیری ظاہر کی جس سے وہ یہ سمجھ کر کہ لارنس کے ساتھ ایک بہت بڑی قیمت ہے روک گئے۔ اور وہ موقع پا کر راحیل سمیت نکل گیا +

ترکوں کے لئے سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ انہیں عربوں کی عسکری قوت کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ غیر منظم اور پراندرہ قبائل کی طاقت و قوت کا اندازہ کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ یہ غلط اس کے عربوں کے لئے ترکوں کی عسکری قوت کے متعلق اطلاعات فراہم کرنا بہت آسان تھا۔ کیونکہ ترکوں کی فوج منظم تھی۔ اور وہ عربوں کی طرح صحرا میں پھیلے ہوئے نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے عقبہ پر از سر نو قبضہ کرنا چاہا تو انہیں ناکامی ہوئی +

عمان یہ عمان | عرب فوج کا ایک مقدمہ ابھی تک یہ فوج کو عسکری مرکز منقر کر کے مدینہ پر حملہ کر رہا تھا۔ لارنس اسے ایک ناکام اور بے سود کوشش سمجھتا تھا۔ لیکن انیسویں صدی کے دوسرے انگریز مشیروں کے نزدیک مدینہ پر ہجوم ضروری تھا۔ سو وہ جو جوانی عسکری قابلیت کی وجہ سے خاص اہمیت رکھتا تھا عمان پر پہلے درپے تھے۔ لارنس نے لارنس کی خواہش تھی کہ عمان فتح ہو جائے۔ تو عرب فوج امانی کے لشکر کے ساتھ مل کر دمشق پر حملہ کرے۔ لیکن یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آتی تھی۔ اور ادرہ میں قید نے ترکوں سے شکست کھائی۔ اور ادرہ امانی کو جو عمان پر یورش کر رہا

تھا۔ بہزیت اٹھا کر پسا ہونا پڑا۔ عربوں کو انگریزوں کی غیر معمولی قوت پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب ایلینبی کے پسا ہونے کی خبر پہنچی تو کسی نے یقین نہیں کیا۔

لارنس بادیکوہ عربوں کے بھیس میں آمان سے انگریزی فوجوں کی پسا پی کے بعد

ایک دن لارنس اس شہر میں جا پہنچا۔ اُس نے اس موقع پر بادیکوہ عربوں کا سا

لباس پہن رکھا تھا۔ اُس کا رفیق خاص فراج بھی اسی لباس میں اُس کے ہمراہ تھا۔

اتفاق یہ کہ اُس کے زمانہ لباس نے چند ترک سپاہیوں کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔

اور وہ انشائے راز کے اندیشہ سے زیادہ دیر تک ٹھہر نہ سکا۔ لیکن اس منظر سے

میں وہ عہان کے استحکامات کا موازنہ بدقت نظر کر چکا تھا۔ چنانچہ اُس نے طویل غور

فکر کے بعد فیصلہ کر لیا کہ اس مستحکم اور ناقابل تسخیر مقام پر حملہ وجوم کی ناکام کوشش

کر کے اپنی عسکری قوت کو ضائع نہ کیا جائے۔ کیونکہ اگرچہ عربوں نے معان کے

شمال کی جانب ریلوے لائن کو بالکل تباہ کر کے محافظ فوج کا تعلق ترک عساکر سے

منقطع کر دیا تھا۔ لیکن ابھی تک اس شہر کی تسخیر میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اور معان

میں ترک عساکر کا اجتماع ہو رہا تھا۔ اور یہ اندیشہ تھا کہ وہ معان کے قرب و جوار سے

ترکوں کو ہٹا دیں گے۔ لارنس نے یہ مناسب سمجھا کہ اٹھائیس پھر ریلوے لائن کو تباہ

سلہ رابرٹ گریوز لکھتا ہے: "مگر لارنس نے عربوں کے قلب پر برطانیہ کی عظمت و بربائی کا

نقش راسخ کرنے میں بہت کوشش کی تھی۔ چنانچہ انہیں یقین دلایا گیا تھا کہ انگریز کسی سرحد میں ان کا

نہیں ہوتے۔ شریعت حسین علی العموم اپنے رفقا کو اکثر یہی یقین دلایا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک

مرتبہ ایک شاہی اعلان نافذ کیا گیا تھا جس کا آغاز انگریزوں کی سطوت و شوکت کے اس

اعتراف سے ہوا تھا "یا ایہا المؤمنین! تمہاری حکومت (برطانیہ) کے پاس ہے اور تمہارے ہیں"



کر کے ترکوں کے حملہ کی راہ میں دشواریاں پیدا کی جائیں۔ یہ خدمت ناصر کے سپرد کی گئی۔ لارنس نے انہیں دنوں ایلنہی سے ملاقات کر کے یہ تجویز پیش کی کہ درآء ۱۰ ہر حملہ کیا جائے۔ اگر یہ مقام قبضہ میں آگیا۔ تو ترک دمشق حیفہ اور شامی فلسطین سے بھی عمان و معان کے محصورین کو کوئی کمک نہ بھیج سکیں گے۔ ایلنہی نے حملہ کے لئے دو ہزار سواری کے اونٹ دیئے۔ اور درآء ۱۰ پر یورش کی تیاریاں ہونے لگیں لارنس کو چاہتا تھا کہ مدینہ کی محاصرہ فوج بھی درآء ۱۰ کے حملہ میں شرکت کرے۔ اور شریف حسین خود اس حملہ میں کماندار اعظم کی حیثیت سے شریک ہو۔ لیکن حسین کی عافیت پسندی میں مدینہ کا رہنا کی دشواریاں کب گوارا کر سکتی تھی۔ وہ اپنے حرم امن سے باہر نہ نکلا۔ اور درآء ۱۰ کے معرکہ کو بھی فیصل اور لارنس کے تدبیر پر چھوڑ دیا گیا۔

حملہ کی تیاریاں | درآء ۱۰ پر حملہ کی تیاریاں بڑے زور و شور سے کی گئیں۔ ازرق میں قبائل کا سیلاب آٹھ آیا۔ میجر کینٹن کے ماتحت انگریز سپاہیوں کی ایک مختصر جمیعت بھی اس مہم میں شریک تھی۔ اور گورکھا سپاہیوں کا ایک دستہ بھی تھا۔ جنہوں نے عمان کے شمال میں ریلوے لائن کو تباہ کر کے درآء ۱۰ کا پیوند اس سے منقطع کر دیا۔ انگریزوں نے مسلح موٹروں اور ڈنارے بھی بھیجے۔ فیصل ایک ہزار شتر سواروں کی فوج جمع کر آیا۔ خود ابن طلحہ اپنے رفقاء کے ساتھ پہنچا۔ فرانسیسی سپاہیوں کا ایک دستہ آکر شہر یک ہوا۔ پھر سرحد عراق کے قبائل کا امیر شیخ نوری جمیعت کثیر کے ساتھ آیا۔ بنی صخر کے شجاع عرب جو شہسواروں اور سپہ گری میں بے نظیر سمجھے جاتے ہیں بڑے سامان کے ساتھ آئے۔ فرزند ابن دؤد بھی اپنے خاص نشان اٹھاتے پہنچے۔ ان کے علاوہ لارنس، زوراس کے رفقاء بھی تھے جن میں شام و عراق کے اکثر

مشہور شہسوار اور سپاہی شارل تھے +

عربوں کا یہ سارا اجتماع اس یقین و اعتماد کے ساتھ تھا کہ شام پر ان کا علم لرائے گا۔ اور امیر توری جو پہلے بھی اپنے شکوک ظاہر کر چکا تھا۔ لائس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ برطانیہ نے شام اور فلسطین کے متعلق مختلف معاہدے کر رکھے ہیں۔ ایک معاہدہ کا مفہوم یہ ہے کہ ”مفتوحہ علاقہ کو فرانس روس اور برطانیہ آپس میں تقسیم کر لیں گے“۔ ایک معاہدہ کا مفاد یہ ہے کہ ”فلسطین کو سیہ بنیاں عالم کا مرکز بنادیا جائے گا“۔ ایک معاہدہ یہ ہے کہ ”عرب جس علاقہ کو اپنی قوت بازو سے فتح کریں گے۔ وہ انہیں کے زیر نگیں رہے گا“۔ یہ معاہدے بے حد تضاد و تقابض ہیں۔ ہم ان میں سے کس کو صحیح تسلیم کریں؟ لائس نے جواب دیا کہ ”آخری معاہدہ وہ ہے جو عربوں سے کیا گیا ہے۔ اس لئے باقی تمام معاہدوں کو منسوخ قصور کرنا چاہئے۔ لائس کے اس جواب نے امیر توری کو مطمئن کر دیا۔ لیکن لائس یہ محسوس کرتا تھا کہ ان وعدوں کے ایفا کی نوبت کبھی نہیں آئیگی +

لطف یہ ہے کہ عین اس زمانہ میں جبکہ اتحادی عربوں کی تحریک حریت سے غیر معمولی شغف و انہماک ظاہر کر رہے تھے۔ دوسری جانب ترک ارباب سیاست کے قدامت پسند گروہ سے جو جدید عقاید کو قومی ترقی کے حق میں سم قاتل سمجھتا تھا۔ مصالحت کی گفت و شنید ہو رہی تھی۔ یہ گروہ اپنی فرزداد خیالی کے باعث نوجوان ترکوں کے اس عقیدہ کو ناپسند کرتا تھا کہ ہر قوم کو خود اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور اس لئے آتے کبھی

گوارا نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ عرب اپنی خود مختار سلطنت قائم کریں۔ اگر اس گفت و شنید کا نتیجہ یہ ہوتا کہ برطانیہ کو مشرق میں چند مراعات حاصل ہو جاتیں۔ تو یقیناً اُسی زمانہ میں ترکوں سے صلح ہو جاتی۔ اور انگریزوں کو عربوں کی اعانت سے دست کش ہو جانا پڑتا۔ لارنس نے اس زمانہ میں فیصل کو شورہ دیا۔ کہ انہیں اتحاد و ترقی کے نوجوان ارکان سے گفتگو کی جائے۔ تاکہ اگر ترک سیاستین کے قدامت پسند گروہ سے کوئی مفاہمت نہ ہو سکے تو ترکان احرا کو حریت کے نام پر مجبور کیا جائے۔ کہ وہ شام پر عربوں کی سیادت تسلیم کر لیں +



# تیرھواں باب

## تیسرے دراعہ

دراغہ پر یورش کے آغاز میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے عربوں کے حوصلے  
 پست کر دیئے۔ اور اگر لارنس کی غیر معمولی ذہانت آڑے نہ آ جاتی تو اغلب تھا کہ  
 بغاوت عرب کامیابی کے اس قدر مراحل طے کرنے کے باوجود ناکام ہوتی +  
 باغیوں کی جمیعت مختلف افکار و عقائد کے لوگوں پر مشتمل تھی۔ اور ہر شخص  
 اپنے جداگانہ مقصد کے پیش نظر بغاوت میں شریک ہوا تھا۔ مثلاً شریف حسین  
 کا مقصد یہ تھا کہ ایک وسیع عرب سلطنت قائم کی جائے جس میں شام اور فلسطین  
 بھی شامل ہوں۔ اور اس کی عنان حکومت شریف کے قبضہ میں ہو۔ جعفر پاشا اور  
 پاشا۔ اور مولود وغیرہ شامی عرب یہ چاہتے تھے۔ کہ شام میں ایک آزاد سلطنت قائم  
 کریں۔ ان کے علاوہ بعض قبائل ایسے بھی تھے جنہیں نہ تو شریف حسین کے مقاصد  
 سے ہمدردی تھی۔ اور نہ شامیوں کے افکار سے کوئی سروکار۔ بلکہ محض مالی غنیمت  
 کی طمع انہیں عرصہ کارزار میں کھینچ لائی تھی +  
 حسین جسے شامیوں کے عقاید کا علم تھا۔ اکثر اوقات اپنی قوت و

اختیار کا اعلان کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ جب اس نے سنا کہ جعفر یا شاہ کو مامطہ پر کماندار اعظم  
 کہا جا رہا ہے۔ تو اسے بہت ناگوار گذرا۔ اس نے ایک فرمان نافذ کیا جس کا مفہوم  
 یہ تھا کہ جعفر کی حیثیت ایک کپتان سے زیادہ نہیں۔ کوئی شخص اس سے کماندار اعظم نہ  
 نہ کہے۔ اس فرمان نے شامی عربوں میں اضطراب برپا کر دیا۔ جعفر یا شاہ مولود  
 اور دوسرے کارآمد مودہ شامی افسر فوراً مستعفی ہو گئے۔ فیصل نے یہ کیفیت دیکھی  
 تو اس نے بھی احتجاج کے طور پر استعفیٰ دے دیا۔ لیکن حسین پر فیصل کے استعفیٰ  
 نے بھی کوئی اثر نہیں کیا۔ اور اس نے زید کو لکھا کہ فیصل سے چارج لے کر اسے  
 سبکدوش کر دو +

لارنس کے لئے یہ ایک عجیب کشمکش کا موقع تھا۔ وہ حسین کے اس فرمان  
 کی چنداں پروا نہ کرتا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ درامہ پر یروش کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے  
 تھے۔ ایسے موقع پر شامیوں کا محلے میں شرکت سے انکار کر دینا۔ اور فوج کی نشان  
 قیادت کا فیصل کے ہاتھوں سے نکل کر زید کے ماتر بہ کار ہاتھوں میں چلا جانا  
 یہ معنی رکھتا تھا کہ انہیں اس مہم کی کامیابی کی کوئی امید نہیں رکھنا چاہیے۔ چنانچہ  
 اس نے ایلینی اور مصر کے ہائی کمنڈر سے رجوع کیا۔ ان کی فمائش کا اتنا اثر ہوا۔  
 کہ شریف نے ایک برقی پیغام بھیجا جس کے پہلے حصہ میں اس واقعہ پر اظہارِ افسوس  
 ملے مگر باقی کمنڈر سرسہری میکان تھا۔ اسی نے حسین کے ساتھ معاہدہ کیا۔ اور اسی کے  
 توسط سے حسین کو روپیہ ملتا تھا۔ شریف حسین کو اپنی خود مختاری کا اعلان کرنے اور اپنی  
 ذاتی اور فوجی قوت قائم کرنے کی امداد میں فروری ۱۹۲۰ء تک سا بارہ لاکھ لگتی یعنی ایک  
 کروڑ اسی لاکھ روپیہ دیا گیا +

کیا گیا تھا لیکن دوسرے حصہ میں پھر یہ الفاظ دہرائے گئے تھے۔ کہ جعفر ہاشمی  
 حیثیت ایک معمولی کپتان سے زیادہ نہیں ہے لارنس نے یہ چال چلی کہ فیصل اور جعفر  
 کو اس تار کا صرف پہلا حصہ دکھایا اس طرح وہ بے اطمینانی جس نے فوج میں بغاوت  
 کے آثار پیدا کر دیئے تھے۔ دور ہو گئی۔ اور درآء پر حملہ ہجوم کی تیاریاں ہونے لگیں  
 قتل عام | لارنس نے درآء پر یورش کے زمانہ میں غیر معمولی جنگی قابلیت کا ثبوت  
 دیا۔ اس نے عمان کو بظاہر اپنا مرکز توجہ ظاہر کر کے ترکوں کو اس غلط فہمی میں مبتلا  
 کر دیا۔ کہ عرب عمان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور ہزرک عمان کے استحکام میں مصروف  
 تھے۔ اور آدھرا رزق میں عربوں کا اجتماع ہو رہا تھا۔ ۱۲ ستمبر کو تمام تیاریاں مکمل  
 ہو گئیں۔ پہلے ریلوے لائن کو تباہ کر کے عمان عمان۔ مدینہ۔ ناصرہ اور داؤدی  
 اردن کے ترک عساکر کا تعلق منقطع کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد درآء کے قریب و  
 جوار میں چھوٹے چھوٹے معرکے ہونے لگے۔ یہ توک کا پہل جس پر لارنس پہلے بھی  
 ناکام حملہ کر چکا تھا۔ ڈائنامیٹ سے اڑا دیا گیا۔ اس کے پاس ہی ترکوں کی  
 چوکی تھی۔ انہوں نے کمال شجاعت و مردانگی مقابلہ کیا۔ لیکن عرب ہر گوشہ سے  
 سیلاب کی طرح امنڈ پڑے۔ اور ترکوں کو ایک ایک کر کے قتل کر ڈالا۔ حورآن  
 کے دو ہقان قتل و غارت میں سب سے پیش پیش تھے۔ بچے۔ بوڑھے۔ عورتیں  
 سب اس قتل عام میں حصہ لے رہے تھے۔ غارتگری کا سلسلہ ختم ہوا۔ تو چونکہ  
 ہر پڑول جھڑک کر آگ لگا دی گئی۔ آگ کے شعلے بلند ہوتے دیکھ کر دور دور سے  
 عرب باغی کھینچ کر پہنچ گئے۔

عربوں کی پے درپے کامیابیوں نے درآء کے حکام کو خائف کر دیا۔ ان

میں اتنی جرات نہیں تھی کہ مردوں کی طرح میدان کارزار میں کٹ مرتے۔ اس لئے وہ لارنس کے پاس پہنچے۔ اور کہا کہ ہم شہر کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ آپ بے غل و غش قبضہ کر لیجئے۔ لارنس نے سوچا کہ اگر ایٹنبری نے شکست کھائی۔ تو دراعہ پھر ہاتھ سے نکل جائے گا اس لئے مصالحت یہی ہے کہ ابھی دراعہ پر قبضہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس نے یہ درخواست قبول نہ کی +

یہ رموک کے پل کے بعد قتل الشہاب کے پل کی باری آئی۔ اس پل کی محافظ فوج کا کپتان نسٹار منی تھا۔ اس نے لارنس سے وعدہ کیا۔ کہ میں باسانی قتل الشہاب پر آپ کا قبضہ کرا دوں گا۔ صلاح یہ قرار پائی۔ کہ ارمنی کپتان چار عربوں کو اپنے ساتھ لے جائے۔ اور انہیں اپنے کمرے میں چھپا رکھے۔ پھر اپنے ماتحت افسروں کو ایک ایک کر کے بلائے اور چاروں عرب کی نگاہ سے نکل کر ان کی شکلیں گس لیں۔ تجویز تو خوب تھی۔ لیکن عین وقت پر ایک جرمن کرنیل کی سرکردگی میں ترکوں کا ایک دستہ پہنچ گیا۔ جس نے ارمنی کپتان کو غداری کے جرم میں گرفتار کر لیا +

لارنس اور اس کے رفقاء دراعہ کے قرب و جوار میں مصروف کارزار تھے۔ تب میں اطلاع ملی کہ ایٹنبری کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی ہے۔ اس خبر کے پہنچتے ہی دراعہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ اور یہ قرار پایا کہ ہندوستانی سپاہی دراعہ پر ٹھہریں۔ آسٹریلیا کی فوج حوٹان پر حملہ کرے۔ اور نیوزی لینڈ والے عمان کو مرکز ہجوم بنالیں پھر نیوزی لینڈ کے سپاہی تو عمان کی حفاظت کریں۔ اور باقی دونوں تو صہیں دمشق پر حملہ آور ہوں + عربوں کی صفائی [نیلےس] بہرہ آن حقیقہ وغیرہ مقامات سے ایٹنبری کے حملہ نے ترکوں کو

نکال دیا تھا۔ جو ترک آسٹریں اور جرمن سپاہی پسا ہوئے تھے۔ انہیں لارنس اور اس کے رفقاء کو قتل کر ڈالتے تھے۔ اور یا انہیں گرفتار کر لیا جاتا تھا۔ یہ حکم عام تھا کہ ہزیمیت خور و ترکوں میں سے ایک بھی بچ کر نکلنے نہ پائے جس رات یہ اطلاع ملی کہ بلغاریہ نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ جو ان کی ساری آبادی ترکوں کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور انہیں ایک ایک کر کے قتل کر ڈالا گیا۔ ترک فوج کے دوستے جن میں ایک چار ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ اور دوسرے میں دو ہزار سپاہی تھے۔ شیخ سعد کی جانب پسا ہو رہے تھے۔ لارنس نے بڑھ کر ان کا راستہ روک لیا۔ انہوں نے بڑی جوا فروی سے مقابلہ کیا۔ لیکن ہر گوشہ سے عرب مورخ کی طرح پیدا ہو رہے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری کاٹنا ترکوں سے آمادہ پیکار ہے۔ چنانچہ وہ سب کے سب کٹ مرے۔ مجروح ترکوں پر بھی رحم نہیں کیا گیا۔ اور انہیں نہایت بے دردی سے قتل کر ڈالا گیا۔ درآہ کی ترک پولیس کے سپاہیوں کو جنہوں نے جو ان کے باغیوں کو سزا دی تھی۔ ریت پر گھسیٹا گیا۔ اور طرح طرح کی اذیتیں دینے کے بعد قتل کیا گیا۔ لارنس نے اس موقع پر کہا تھا: ”میرے نزدیک وہی شخص بُب ترین ہے جو سب سے زیادہ ترکوں کی لاشیں میرے پاس لائے ہو۔“

ترک۔ آسٹریں جرمن سب کے سب نہایت شجاعت سے لڑے۔ لارنس کا حکم تھا کہ کسی کو گرفتار نہ کرو۔ سب کو قتل کر ڈالو۔ لیکن عربوں کے ایک دستہ کو یہ اطلاع نہیں ملی تھی۔ اور انہوں نے دو سو ترکوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ جب وہ قیدیوں



کو لے کر لائنس کے پاس پہنچے۔ تو یکا یک ایک ایک عرب جسے ترکوں نے مجروح کیا تھا پیچ اٹھا۔ سب کی نگاہیں اُس کی جانب ہل گئیں۔ اور ایک شخص نے پوچھا ”دعوت تمہیں کس نے مجروح کیا؟“ اُس نے ترک اسیروں کی جانب اشارہ کیا اپنے ایک ہمراہی کو مجروح دیکھ کر عرب اس قدر باغ و ختم ہوئے کہ انہوں نے سارے قیدیوں کو قتل کر ڈالا۔

غرض کہ اس قدر نوریذی کے بعد درآء ۲۸ ستمبر ۱۹۱۸ء کو فتح ہوا۔ جنرل بیرو جسے درآء پر حملہ کا حکم دیا گیا تھا۔ اُس وقت پہنچا۔ جب کہ عرب شہر پر قبضہ کر چکے تھے۔



# چودھواں باب



## فتح دمشق

دوسرے دن لائنس موڑ میں بیٹھ کر دمشق پہنچا۔ یقیناً السیف ترک ابھی تک جا بجا لڑ رہے تھے۔ جرنیوں کا ایک دستہ آگ کے دریا میں شناوری کر رہا تھا۔ لیکن ان میں کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ جب افسر حکم دینا تھا۔ پلٹ کر فیر کرتے تھے اور بڑھتے چلے جاتے تھے۔ انگریز مورخوں کو بھی ترکوں اور جرنیوں کی بے مثل شجاعت کا اعتراف ہے +

ہنگامہ کارنار زیادہ دیر تک گرم نہیں رہا۔ تھوڑی دیر میں ہر چار جانب ترکوں اور جرنیوں کی لاشوں کے انبار نظر آنے لگے۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی انسان کی درندگی کا ہولناک منظر دکھائی دینا تھا۔ دمشق کا گورنر علی رضا ترکوں کے خلاف سازش میں شریک تھا۔ اور دمشق کی مجلس وطنیہ کی صدارت بھی اسی کے سپرد تھی۔ لائنس نے ایک سوار کو اس کے پاس دوڑایا۔ کہ شہر پر عربوں کا علم نصب کر دے۔ علی رضا

۱۸۱۶ء میں سلطان محمد علی نے مصر، لبنان اور شام پر حکومت حضرت خلیفہ ثانی مسلمانوں کے حوالہ اقرار میں آیا۔ ۱۹۱۶ء میں تیرہ سو سال کے بعد پھر نصاریٰ کے قبضہ میں چلا گیا۔ یہ شہر حاشیہ پر ہے۔

اُس وقت ترکوں کے ایک ہزیمت خوردہ دستے کی کمان کر رہا تھا۔ اُس کے نائب شکاری نے ٹون ہال پر عربی علم نصب کرنے کی سعادت حاصل کی۔ لارنس جب رولز رانس بوٹریس بیٹھ کر ایک فارغ کی حیثیت سے دمشق میں داخل ہوا۔ تو اہل دمشق دور و پیس ہانڈھے کھڑے تھے۔ ٹون ہال کے قریب شامی عربوں کا ہجوم تھا۔ جو دالمانہ قرض سے انہی آزادی کا اعلان کر رہے تھے۔ اس سارے مجمع میں لارنس یا اُس کے انگریز رفقاء ہی ہانتے تھے۔ کہ شایموں کی آزادی کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو گا۔

لارنس نے اپنی کتاب "ہفت ستون دانش" کے خاتمہ پر لکھا ہے۔ کہ میں فتح و شق کے بعد اپنے کمرہ میں تنہا بیٹھا تھا۔ کہ یکایک موزن نے اذان دی۔ اُس نے اذان کے خاتمہ پر کہا کہ "اے اہل دمشق آج خدا نے ہم پر بہت کرم کیا" یہ واقعہ نقل کر کے وہ لکھتا ہے کہ ان لاکھوں نفوس میں صرف میں اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ موزن کا اظہار مسترت بے معنی ہے۔ لارنس آغاز سے یہ جانتا تھا کہ اتحادی شام پر کبھی عربوں کی سیادت تسلیم نہیں کریں گے۔ لیکن وہ انہیں ہمیشہ یہ یقین دلانے کی کوشش کرتا رہا۔ کہ عراق۔ شام اور فلسطین پر ان کا علم اقتدار برپا ہو گا۔ اس لئے اس کا یہ اظہار زمامت اپنی نیکسبتی کا یقین دلانے کی ایک بے سود کوشش ہے۔

حاشیہ نمبر ۹: یہ عجیب بات ہے کہ ترکوں کا یہی جتنے شجاع اور بہادری ہوتے ہیں۔ اُنکے افسر آتے ہی خدا را در بزدل ترک فوج کے جن افسرین نے سازش میں شریکین میں اور انگریزوں کا ساتھ دیا۔ انکی نیرت بہت طویل ہے۔

الح "سیون پر ز آت و نہ ڈوم"

عبد القادر الجزائری | اتحادیوں کی فریب کاری کا احساس سب سے پہلے عبد القادر

الجزائری کو ہوا۔ یہ شخص مشہور اسلامی مجاہد امیر عبد القادر الجزائری کا پوتا تھا۔ چنانچہ  
اُس نے دمشق میں اتحادیوں کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ چند غیور روزی بھی  
اُس کے ساتھ شریک ہو گئے۔ لارنس کو اطلاع ملی تو اُس نے شہر کے شمالی  
حصہ میں فوج پھیلا دی جس نے عبد القادر کو پکڑ لیا۔ عبد القادر ماوردی و زکی  
بھاگ نکلے۔ اور واپس ہوتے ہوئے شہر میں امن ہو گیا +

علی رضا واپس آ گیا۔ اور اُسے دمشق کا گورنر بنا دیا گیا۔ دوسرے دن  
ایٹنی بھی پہنچ گیا۔ فیصل درآء سے اپنے رفقاء سمیت پہنچا۔ لوگوں نے اُس کا  
نہایت شاندار استقبال کیا۔ یہاں ایٹنی اور فیصل کی ملاقات ہوئی۔ لارنس  
اس موقع پر ترجمان کی خدمت انجام دے رہا تھا +

دوسرے دن لارنس نے رخصت طلب کی۔ ایٹنی تو نہیں مانتا تھا بلکہ  
جب لارنس نے سمجھایا کہ میرا یہاں سے چلا جانا ہی قرین مصلحت ہے۔ تو وہ ابی  
گیا۔ لارنس جانتا تھا کہ موجودہ نظام حکومت عارفی اور ناپائدار ہے آج یہاں عربی  
علم لہرانا نظر آ رہا ہے۔ کل وہاں فرانسیسی پرچم بلند کھائی دینگا۔ اُس وقت میں  
عربوں کو کیا جواب دوں گا؟ چنانچہ وہ اپنے عرب دوستوں سے رخصت ہوا۔ دوسرے  
سال جب عربوں کی ساری امیدیں پامال کر دی گئیں تو انہیں لارنس کے دل فریب

لے عبد القادر نے پہلے بھی کئی مرتبہ لارنس کو پکڑ لیا تھا۔ اس واقعہ سے ایک دو روز پہلے  
دمشق کے ایوان حکومت میں ایک مختصر بزم مشاہدت منعقد تھی۔ عبد القادر بھی شریک محبت  
تھا۔ باتیں کرتے کرتے یکایک وہ خجراتوں میں لئے لارنس پر حملہ آور ہوا۔ لیکن عدوہ ابن ابوطالی نے اُس کو

ویدے یاد آئے۔ انہیں تو فقیہ کد لارنس کسی دن واپس آکر میں فرانیسیوں  
کی غلامی سے نجات دیجھا۔ آخر ان کا بیانیہ شایب چھلاک گیا۔ چند سال کے  
بعد ہی فرزند ان دروڑ نے فرانیسیوں کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ فرانیسیوں نے  
شامیوں پر جو ظلم توڑے ان کی خونیں داستان گھر گھر مشہور ہے۔ حوران  
اور زرق۔ لبنان میں جہاں ترکوں نے خاک اور خون میں لوٹ کر حسین شہید  
علیہ السلام کی سنت پاریہ کی تجدید کی تھی۔ شامیوں کا خون بہا یا گیا۔ شاید یہ  
ترکوں کے خون کا انتقام تھا۔ جو عداوت شامیوں سے کیا گیا۔



ایہ راپورٹ گریوز لکھتا ہے کہ سال بھر تک تو یہ کیفیت، ہی کہ جب کوئی برطانیہ پارہ مشفق  
یا اس کے گروہ داخل میں آتے تا تھا تو عرب یہ سمجھ کر کہ لارنس واپس آ گیا یہاں نہ درکار سے گھبر  
لیتے تھے۔

# پندرھواں باب



## مجلس صلح

لارنس لندن پہنچا۔ تو مشرق و مغرب میں اس دامن ہو چکا تھا۔ ازیومبر  
۱۹۱۹ء کو دنیا بھر میں جشن صلح منایا گیا۔ لارنس اس موقع پر لندن میں تھے لیکن  
جنگ کی ہنگامہ آفرینیوں کے بعد اسے وطن میں امن و سکون کے دن بسر کرنا  
نصیب نہ ہوئے تھوڑے دن ہی گزرے تھے کہ فیصل بھی لندن پہنچ گیا۔ اور  
لارنس اس کے ساتھ برطانی وفد کے ایک رکن کی حیثیت سے پیرس کی مجلس  
صلح میں شرکت کی غرض سے روانہ ہو گیا +

عرب میں لارنس کو فولادی تلوار سے کام لینا پڑا تھا۔ پیرس میں دلائل  
کی تلوار سے کام لینا پڑا۔ مجلس صلح میں دنیا بھر کے مدبر موجود تھے۔ درجن۔  
لارڈ جارج کلیمینٹسو۔ ٹائیگور۔ سوئیٹز وغیرہ نے نہایت فصیح و بلیغ تقریریں کیں۔ لارنس

نے دلائل و براہین کے اس معرکہ میں طلاقتِ قسانی کے وہ جوہر دکھائے کہ بڑے بڑے مدبرِ عش کر آٹھے۔

شریف چاہتا تھا کہ اس تمام علاقہ پر جس کی زبان عربی ہے۔ اس کی ملکیت تسلیم کر لی جائے۔ اور وہ مگر معتزہ کو صدر مقام قرار دے کر ایک وسیع سلطنت پر حکمرانی کرے جس میں عراقِ فلسطین اور شام شامل ہوں۔ اور درفصل کی صرف یہ خواہش تھی کہ اسے شام کا بادشاہ بنا دیا جائے۔ شریف حسین کا مطالبہ تو اتحاد و یکجہتی کے لئے کسی صورت میں بھی قابلِ قبول نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن مشکل یہ آپڑی کہ فرانسیسی فیصل کو بھی شام کا بادشاہ تسلیم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جب تک جنگ جاری رہی۔ لائنس نے شریف حسین کو ہمیشہ یہ یقین دلایا کہ اسے سارے عربستان کا مطلق العنان فرمانروا تسلیم کر لیا جائے گا۔ فیصل سے یہ کہا جاتا رہا کہ شام اس کے زیرِ نگیں ہوگا۔ اور شامی عربوں سے یہ وعدہ کیا جاتا رہا۔ کہ انہیں شریف حسین اور فیصل سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ بلکہ ان کے ملک کی عنانِ حکومت انہیں کے قبضہ میں رہے گی۔ لیکن مجلسِ صلح میں صاف انہیں پھیر لی گئیں اور نہ تو شریف حسین کی خواہش پوری ہوئی۔ نہ فیصل کی امید برآئی اور نہ شامی وطن پرستوں کے جذبات کا احترام کیا گیا۔

ایک فرانسیسی نمائندہ دور کی کوڑی لایا۔ اس نے ایک نہایت فصیح تقریر میں کہا کہ شام پر تو فرانسیسوں کا پورا حق ہے۔ ہاں نہ ہو تو حروبِ صلیبیہ کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ لائنس نے جو فیصل کی ترجمانی کا حق ادا کرنا تھا۔ برجستہ جواب دیا کہ صاحب۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ حروبِ صلیبیہ میں کون فتح مند ہوا تھا۔

### عرب یا فرانسیسی +

غذاری کا مسئلہ آخر پڑی دشواری سے فیصل اور فرانسیسی مدبر کلیمنشو میں مخالفت ہوئی اور یہ قرار پایا کہ بیروت اور لبنان تو فرانس کے قبضہ میں رہیں۔ اور ملک کے اندر دنی حصہ میں فیصل فرانسیسیوں کی مدد سے حکومت کرے۔ لیکن فرانس اس عہد پر بھی قائم نہ رہا۔ اور کلیمنشو کے مستعفی ہونے کے بعد اُس کی حکمت عملی میں بھی تغیر واقع ہو گیا۔ فیصل دمشق سے نکال دیا گیا۔ وہ بہت عرصہ تک فلسطین۔ اعلیٰہ اور انگلستان میں گلیوں کی خاک چھانٹا پھرا۔ اور جب تمام دروازے بند پائے تو بالوس ہو کر کہ معطر چلا گیا۔ آخر پڑی مشکلوں سے اُسے عراق کا فرمانروا تسلیم کیا گیا۔ اور وہ برطانی ہائی کمشنر سر پرسی کاکس کی مدد سے بغداد میں تخت نشین ہوا +

اس طرح شام فرانس کے قبضہ میں رہا۔ عراق پر فیصل متصرف ہو گیا۔ اب فلسطین رہ گیا تھا۔ لیکن اس سرزمین میں بھی عربوں کے خاص حقوق تسلیم نہیں کئے گئے۔ بلکہ اسے یہودیوں کا مرکز بنا دیا گیا۔ اور دنیا کے مختلف اطراف و اکناف سے یہودی ہجرت کر کے وہاں پہنچنے لگے۔ اس حکمت عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج فلسطین میں یہودی اور مسلمان باہرگروست و گریبان ہو رہے ہیں۔ اور انگریز باطلینان تمام حکومت کر رہے ہیں +

لیکن انگریزوں اور فرانسیسیوں کی مستمرانہ حکمت عملی کے نتائج بھی اچھے ثابت نہیں ہوئے۔ شام میں دروز کے شہنشاہ اور غیور فرزندوں نے ظلم جہا و بلند کر دیا۔ فلسطین میں یہودی انگریزوں کی شہ پاکر عربوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور عرصہ تک فلسطین و شام میں خونریزی ہوئی رہی۔ آج جبکہ یہ مسطور



لکھی جا رہی ہیں۔ عربستان میں اضطراب برپا ہے۔ اور تمام عرب یہ محسوس کر رہے ہیں کہ انہوں نے اتحادیوں کی مدد کرنے میں شاید غلطی کی تھی۔ اس وقت عراق حجاز۔ نجد۔ شرق اردن۔ شام اور فلسطین میں بظاہر امن ہے۔ لیکن دراصل عربوں کی روح مضطرب ہے۔ اور کیا عجب ہے کہ اس خاک سے پھر جنگ و پیکار کے شعلے بھڑک اٹھیں +

انگریزوں کی نگاہیں اس وقت مملکت نجد و حجاز کے فرمانروا سلطان ابن سعود پر لگی ہوئی ہیں۔ کیونکہ برطانی ارباب سیاست یہ محسوس کر رہے ہیں۔ کہ سلطان اتحاد و عربستان کے حامی ہیں۔ اور ان کا منہائے نظر بھی یہی ہے۔ کہ ایشیا اور افریقہ کے جن علاقوں میں عربی بولی جاتی ہے۔ اس کی ایک دولت مشترکہ قائم کی جائے +

کسا جاتا ہے کہ لارنس اتحادیوں کی اس بے اعتنائی سے بچد متاثر ہوا اور اس نے بھی صلح کے بعد اپنے تمام قہقے اس پیغام کے ساتھ محکمہ جنگ میں بھیج دیئے کہ میں عربوں سے ایفائے عہد نہیں کر سکا۔ اس لئے میں ان قوموں کا مستحق نہیں۔ اور جب حضور ملک معظم نے اسے شرف پارہابی بخشا۔ تو اس نے ان تمام بے انصافیوں کا ذکر کر دیا۔ جو عربوں کے ساتھ کی گئی تھیں۔ لارنس کے تمام سولہ بھائی اس امر پر متفق ہیں کہ اس واقعہ نے لارنس کی ساری زندگی تلخ کر دی اور یہی وجہ ہے کہ وہ بغاوت عرب کے بعد عزالت اور گناہی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ اس افسانہ میں صداقت کا عنصر کس قدر ہے؟

# سولھواں باب

## ”شا“ اور کرم شاہ

بغاوت عرب کے بعد لارنس کے جذبات افسردہ ہو گئے۔ اور اس نے نہایت خاموش زندگی اختیار کر لی۔ شاید لارنس کے سوانح نگاروں نے اس عہد کے واقعات کو زیادہ قابل التفات نہیں سمجھا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ایک شخص جسے صدائے جنگ و رباب کی بجائے تلواروں کی جھجکا میں لطف آتا ہو۔ اس طرح گوشہ عزلت میں نہیں بیٹھ سکتا۔ کہ بیرونی دنیا سے اس کا تعلق بالکل منقطع ہو جائے \*

لارنس صیغہ پرواز میں | لارنس نے ۱۹۱۹ء کے بعد زیولٹ ان دی ڈیزر<sup>۱</sup> اور ”سیلون پلر ز آف وزڈم“ کے نام سے دو کتابیں لکھیں جو بے حد مقبول ہوئیں گویا اُس نے اپنی زندگی کے یہ تین سال علمی مشاغل کے نذر کر دیئے۔ اور اگست ۱۹۲۲ء میں جب اُس کی طبیعت تصنیف و تالیف کے مشغلہ سے اُکتا گئی۔ تو وہ صیغہ پرواز میں ”شا“ کے نام سے شامل ہو گیا۔ اُس نے ابھی اس مشغلہ میں بمشکل چھ ماہ بسر کئے تھے کہ دفعۃً یہ راز کھل گیا۔ کہ لوگ جس شخص کو ”شا“

کے نام سے جانتے ہیں۔ وہ درحقیقت بغاوت عرب کا سالار اعظم کرنل لارنس ہے۔ اخبارات میں کرنل لارنس کی اس پراسرار عزت گزینی کے متعلق طویل مضمون لکھے گئے۔ کیونکہ جن لوگوں کو اس کے کاموں کا علم تھا۔ ان کے لئے اس امر پر یقین کرنا دشوار تھا۔ کہ لارنس کسی خاص مقصد کے بغیر صیغہ پرواز میں ایک کلرک کی حیثیت سے شامل ہو سکتا ہے + وزیر صیغہ پرواز کو اندیشہ ہوا۔ کہ معاملہ بڑھا۔ تو پارلیمنٹ میں سوالات کئے جائیں گے۔ اور یہ شبہ کیا جائے گا۔ کہ صیغہ پرواز میں لارنس کی شمولیت کسی پراسرار مقصد کے ماتحت ہے چنانچہ اُس نے فروری ۱۹۲۷ء میں لارنس کو علیحدہ کر دیا +

اس کے بعد لارنس نے ٹینک کارپس میں ملازمت حاصل کر لی۔ دو سال اسی صیغہ میں رہا۔ یہ زمانہ ڈوہ جیسٹر میں بسر ہوا۔ اور اُس نے اپنی کتاب ”سیون پاز آف ڈوہم“ کی تکمیل نہیں کی +

پھر صیغہ پرواز میں لارنس اپنے موجودہ مشغلہ سے مطمئن نہیں تھا۔ اُس نے پھر صیغہ پرواز میں شامل ہونے کی کوشش کی۔ اُس کے ایک دوست نے جو انگلستان میں خاص اتھو و سوخ رکھتا تھا وہ ذرا اعظم سے سفارش کی۔ اور لارنس کو پھر صیغہ پرواز میں منتقل کر دیا گیا لیکن اس مرتبہ اسے انگلستان میں نہیں رہنے دیا گیا۔ بلکہ پہلے کراچی میں۔ اور پھر سرحد افغانستان کے ایک غیر معروف مقام میراں شاہ میں بھیج دیا گیا +

صیغہ پرواز میں اس کے تقرر کے متعلق بہت اخفا سے کام لیا گیا اس کے رفقاء میں سے بھی کسی کو علم نہیں تھا۔ کہ یہ شخص کون ہے؟ جب ڈوہ جیسٹر میں

یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ کرنل لارنس آج کل یہاں ہے تو اس کے رفقائے اس کے خط و خال سے پہروں اس تصویر سے مقابلہ کرتے رہتے تھے جو بغاوت عرب کے زمانے میں بعض اخبارات میں شائع ہوئی تھی لیکن بہت تلاش و جستجو اور تحقیق و تدقیق کے بعد بھی وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکے۔ کہ شاہ اور کرنل لارنس میں کوئی نسبت ہے +

پیرکرم شاہ | لارنس جن دنوں میراں شاہ میں تھا۔ امرتسر میں ایک پراسرار شخص نمودار ہوا جس کی گرجی آنکھوں اور سنہری بالوں نے لوگوں کے ذہن میں یہ شبہ پیدا کر دیا۔ کہ وہ کوئی انگریزی الاصل شخص ہے۔ وہ اپنا نام کرم شاہ بتاتا ہے۔ اس کے پاس درد و دولت کی فراوانی ہے۔ تو ہم پرست عورتیں اسے گھیرے مٹی میں۔ اس کی عادات و خصائل میں کسی قدر نسائیت ہے۔ وہ بظاہر کوئی دانشمند اور مختلط شخص نہیں اگرچہ وہ اپنے خط و خال سے انگریز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اپنے آپ کو ترکستان کا باشندہ بتاتا ہے۔ بظاہر ترکی فارسی اور عربی میں سے کسی زبان پر اسے عبور نہیں۔ حتیٰ کہ وہ اردو بھی صفائی اور روانی سے نہیں لکھ سکتا۔ عوام میں یا فواد مشہور ہو گئی۔ کہ پیرکرم شاہ درحقیقت کرنل لارنس ہے۔ ایک موقع پر عوام کے ایک غلط آلود مجمع نے جو اسے مشرقی ممالک کی تباہی کا ذمہ دار سمجھتا تھا۔ اسے میٹ ڈالا اور کوئلے لڑی لڑی لاہور میں جبکہ حجاب کے متنازعہ نازک لاجپت رائے کی ارٹھی بے جا رہے تھے۔ پیرکرم شاہ موٹر میں آنا دکھائی دیا۔ مجمع میں سے کسی نے کہا کہ لارنس ہم چینکنا چاہتا ہے۔ اس پر لوگ پیرکرم شاہ پر ٹوٹ پڑے۔ پولیس نے اسے بچا لیا اور تھوڑی دیر بعد اسے جیل میں رکھ کر چھوڑ دیا +

عرسے میں اس افواہ نے قبول عام حاصل کر لیا۔ کہ لارنس جس نے عربوں کو تباہ کیا  
اب پیر کرم شاہ کے لباس میں جلوہ گر ہے +

پیر اسرارِ مہجست | آخر کار بعض نیم سرکاری اخبارات میں اعلان کیا گیا۔ کہ کرنل لارنس  
درشا کے نام سے میراں شاہ میں مقیم ہے۔ اسی زمانے میں افغانستان کے مطلع  
پر انقلاب کے بادل چھا گئے۔ اور ادھر عوام میں ریختر گرم ہوئی۔ کہ فتنہ افغانستان  
سے لارنس کا گہرا تعلق ہے۔ ان افواہوں کی بنا پر حکومت نے کرنل لارنس کو مسجد  
سے انگلستان بھیج دیا۔ ۸ جنوری ۱۹۲۹ء کو وہ لاہور پہنچا۔ لیکن وہ نہ تو کسی اخبار  
کے نمائندے سے ملا۔ اور نہ اس کی آمد کی عوام کو اطلاع ہوئی۔ یہاں سے وہ  
بہت ہی روانہ ہو گیا۔ اور ۱۲ جنوری کو انگلستان جانے والے ایک جہاز پر سوار ہو گیا +  
اس واقعہ سے عوام کی قیاس آرائیوں کا خاتمہ نہیں ہوا۔ بلکہ لوگ بھی کہتے رہے۔  
کہ اصل لارنس ہندوستان میں ہے۔ اور جو شخص انگلستان بھیجا گیا ہے۔ اُس کا ہم نشین  
ہے + ان شبہات کو ایک اور واقعہ سے تقویت ہوئی۔ کہتے ہیں کہ لارنس جب  
لندن پہنچا۔ تو فوٹو گرافروں اور اخبارات کے نمائندوں کی ایک جماعت اُس کا  
استقبال کرنے کے لئے موجود تھی اُس نے کسی جانب توجہ نہیں کی۔ اور ایک میٹر  
پر بیٹھ کر اُس طرح نکل گیا۔ کہ نہ تو فوٹو گرافر اُس کی تصویر کھینچ سکے۔ اور نہ اخبارات  
کے نمائندے اُس سے بات کی سکے۔ لیکن ان لوگوں کو جب معلوم ہوا۔ کہ لارنس  
قریب دسے کر نکل گیا۔ تو انہوں نے موٹروں میں بیٹھ کر اُس کا تعاقب کیا۔ ادھر  
لارنس کی موٹر پیچیدہ گلی کوچوں سے گزرتی ہوئی کنسٹن کے ایک عالی شان مکان  
کے سامنے جا کر رُک گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر اترا۔ اور مکان

میں گھس کر دروازہ بند کر لیا +

اس کے اس حیرت انگیز طریق عمل نے ایک شور برپا کر دیا۔ ”ڈیلی نیوز“ نے جو انگلستان کے مقتدر ترین جرائد میں ہے۔ ایک نہایت ہوش پرور مقالہ میں حکومت سے استفسار کیا کہ کرنل لارنس جیسے مشہور شخص کے سفر کو مخفی اور پوشیدہ رکھنے میں اس قدر اہتمام کیوں کیا گیا؟ اس نے نمائندگان جرائد کے سوالات کا جواب کیوں نہیں دیا؟ اپنا چہرہ کیوں ڈھانپ لیا؟ غرض کہ صرف ہندوستان میں ہی نہیں۔ بلکہ انگلستان میں بھی کرنل لارنس کے اعمال مدتوں بحث و نظر کا مرکز بنے رہے۔ اور اس کی نئی سرگرمیوں کے متعلق طویل مضامین لکھے جاتے رہے +

فقہ افغانستان اور لارنس | یہ کہنا مشکل ہے کہ افغانستان کی بغاوت کے حقیقی اسباب و محرکات کیا تھے۔ لیکن فرانس۔ امریکہ اور جرمنی کے بعض جرائد نے

لہ اس نے ایک ولایتی اخبار کے نمائندے کے اصرار پہنچ کر کہا تھا کہ میرا نام استہ ہے اور میں لارنس کو جانتا بھی نہیں +

تھ کلکتہ کے مشہور اخبار ”ہسٹری“ اپنی اشاعت مورخہ ۱۲ جون ۱۹۲۹ء میں اپنے ایک نامہ نگار کا اہم مکتوب شائع کیا تھا۔ جو برلن کے ایک کثیر الاشاعت جریدہ کے بیان پر مشتمل تھا۔ اس بیان کی حسب ذیل سطور خاص طور پر قابل غور ہیں :-

اب تک انگلستان اس بات سے انکار کرتا رہا ہے کہ کرنل لارنس کی مشہور ویرا سرا شخصیت کا بغاوت افغانستان سے کوئی تعلق ہے۔ لیکن جب ہی یہ خبر شائع ہوئی کہ اس مشہور و معروف انگریزی ایجنٹ نے ہندوستان کے محکمہ پرواز میں ایک معمولی سپاہی (لاحظہ صفحہ ۹۲)

دینی زبان سے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ لائسنس اس فتنہ کا مبدع تھا۔ اور وہ انگ  
جس نے جلال آباد کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ لائسنس یا اسی قسم کے کسی فتنہ پروردار شخص  
کی لگائی ہوئی تھی +

اس شبہ کو سب سے زیادہ اس حقیقت سے تقویت ہوتی ہے۔ کہ  
بغاوت عرب اور شورش افغانستان کے فعال و خط بہت متشابہ و متماثل واقع  
ہوئے ہیں جس طرح عربستان میں ترکوں کے الحاد و ذندقہ کی داستانوں کو  
شہرت دی گئی۔ اسی طرح افغانستان میں شاہ امان اللہ خاں کے تفریح اور بے  
دینی کے افسانوں سے عوام کے جذبہ حیت دینی کو برا نگینہ کیا گیا۔ اور علما و  
مشائخ نے بالاتفاق ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دے دیا +

(بقیہ ماضیہ) کی حیثیت میں "شاہ" کے نام سے ملازمت حاصل کر لی ہے۔ باہر  
حلقوں پر یہ حقیقت ظاہر ہو گئی کہ کسی خاص مقصد کی تکمیل کرنا چاہتا  
ہے۔ اب یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ کرنیل لائسنس جو محاربہ  
عظیم کے دوران میں عربستان کے اندر برطانیہ کی عظیم القدر خداست  
انجام دے چکا ہے۔ کرم شاہ کے نام سے ایک عرب ملازمین کشنوالیوں  
کے علاقہ میں رہا ہے۔ وہاں اس نے اپنے آپ کو صاحب کشف و  
کرامات اور خدا ربہ بزرگ ظاہر کیا۔ اور افغان قبائل کو یہ کہہ کر  
شاہ امان اللہ خاں کے خلاف برا نگینہ کیا کہ شاہ موصوف نے اسلام  
کی آبرو کھودی۔ اسلامی قوانین و احکام کی خلاف ورزی کی۔ جو لوگ  
ان کی پیروی کریں گے۔ انہیں اللہ تعالیٰ سزا دیگا (ملاحظہ ہو صفحہ ۹۳)

بغاوت عرب کے ذکر میں آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ بڑے بڑے املا و شیوخ  
 جنہیں ترکوں کے عہد حکومت میں فاس ریموٹ حاصل تھا۔ بغاوت میں شریک  
 تھے۔ بعض نے علانیہ سرکشی کی۔ اور جن سے یہ نہ ہو سکا۔ وہ خفیہ طور پر باغیوں  
 کی امداد کرتے رہے۔ شورش افغانستان کے زمانہ میں بھی یہی ہوا۔ محمدولی خاں  
 دکیل اسطنت جو شاہ امان اللہ خاں کے عہد میں سب سے زیادہ بااثر شخص  
 تھا۔ باغیوں کی اعانت میں سب سے پیش پیش تھا۔ محمود سامی جو کابل کی فوج کا  
 انسر اعلیٰ تھا۔ بچہ ستھ کی حمایت کا عہد کر چکا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے ایسے  
 بلند مرتبہ لوگ کسی خارجی اثر کے بغیر اپنے آقاؤ ولی نعمت سے غداری نہیں  
 کر سکتے تھے۔ اب رہا غازی امان اللہ کا اتحاد و بندہ جسے بغاوت کی علت معلل

(بقیہ شاہ) افغانستان کے شریف گمرانوں کی جو ۱۶ لڑکیاں بغرض حصول  
 تعلیم ترکی بھیجی گئی تھیں۔ وہ کرنل لارنس کے دیا سے وہ خیر میں روک  
 لی گئیں۔ اور انکا فوٹو لیا گیا۔ بعد میں اس فوٹو سے ایسی مصنوعی تصاویر  
 تیار کی گئیں۔ جن میں ان لڑکیوں کو اس حالت میں دکھایا گیا تھا کہ  
 وہ سپاہیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے کھڑی ہیں۔ اسی طرح ملکہ ثریا  
 کی مصنوعی تصاویر تیار کی گئی تھیں۔ جن میں دکھایا گیا تھا کہ فیہ مجرم شہنشاہ  
 ان کے ہاتھوں کو پوسہ دے رہے ہیں۔ یہ تصویریں ہزاروں  
 کی تعداد میں افغانستان کے ان علاقوں میں جہاں کی آبادی بالکل جاہل  
 ہے۔ اس غرض سے تقسیم کی گئیں۔ تاکہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اعلیٰ حضرت اور  
 ان کی ملکہ نے اسلام ترک کر دیا۔



قرار دیا جاتا ہے۔ نقص سے کام لیا جائے۔ تو بھی ایک دور از کار فسانہ نکلے گا۔ اگر شاہ امان اللہ کے الحاد کی دلیل اُن کا مغربی لباس ہو سکتا ہے۔ اور اسے بغاوت کی علت قرار دیا جا سکتا ہے۔ تو افغانستان میں اسی دن بغاوت برپا ہو جاتی۔ جس دن امیر حبیب اللہ خان مرحوم کے خاندان کے اکثر افراد نے افرنجی لباس اختیار کر لیا تھا۔ جن لوگوں نے افغانستان کے حالات کا معائنہ بدقت نظر کیا ہے۔ اور امیر حبیب اللہ خان کے عند حکومت کے صحیح واقعات سے آگاہ ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ امیر شہید کے زمانہ میں افغانوں کی نگاہیں مغربی لباس دیکھنے کی عادی ہو چکی تھیں۔ اور یہ کوئی ایسی چیز نہیں تھی۔ جو انہیں بغاوت پر آمادہ کر دیتی +

کہا جاتا ہے کہ غازی امان اللہ خان کی نگاہوں کو مغربی جاہ و جلال نے خیرہ کر دیا۔ اور وہ سرزمین فرنگ سے عبودیت فکر کی متلع لے کر واپس لوٹے۔ لیکن اس بیان میں ذرہ بھر صداقت نہیں۔ سیاست فرنگ کے زمانہ میں جب انہیں جمعیت الاقوام میں دعوت شرکت دی گئی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم مشرقی اقوام کے لئے ایک علیحدہ جمعیت کا قیام چاہتا ہوں۔ مشرق و مغرب کی روایات اس قدر مختلف واقع ہوئی ہیں۔ اور اُن کے مقاصد میں اتنا بُعد ہے کہ وہ ایک مجلس میں پہلو پہلو بیٹھ نہیں سکتے۔ جس شخص کو اپنی مشرقیت کا اتنا پاس ہو۔ اس پر مغرب پرستی کا الزام لگانا صریح ظلم نہیں تو اذکر کیا ہے؟

لاول ٹامس | لائسن کا سوانح نگار لاول ٹامس جو دت تک اس کے ساتھ رہے میں اسے پہے رشتواریوں کی بنادت سے کچھ عرصہ پہلے افغانستان کی سیاست

کر چکا تھا۔ لاول ٹامس کی سیاحت کے واقعات جب اخباروں میں شائع ہوئے تو لوگوں نے اس سے یہی نتیجہ نکالا کہ لاول کا یہ سفر لارنس کی سرگرمیوں سے کوئی خاص تعلق رکھتا ہے۔

لیکن لاول ٹامس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سفر بالکل غیر سیاسی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ عرب میں بھی اس لئے گیا تھا۔ تاکہ بغاوت کے سربراہ اور وہ رہنماؤں اور اہم مقامات کی تصویریں حاصل کرے۔ اور افغانستان کی سیاحت کا بھی یہی مقصد تھا کہ اس ملک کے صحیح حالات سے اہل مغرب کو روشناس کرایا جائے۔ چنانچہ اس نے ایک ضخیم کتاب لکھی جو اس کے واقعات سفر اور افغانستان کے طرز حکومت اور معاشرت پر مشتمل ہے۔

بہر حال یہ امر قرین قیاس ہے کہ فتنہ افغانستان کسی حد تک خارجی اثرات کا رہین منت تھا۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ اس سے کرنل لارنس کا واقعی کوئی تعلق تھا۔ اس باب میں جس قدر قیاس آرائیاں کی گئی ہیں تسامح سے بری نہیں۔ اور اس نوع کا کوئی قطعی ثبوت موجود نہیں جس کی بنا پر لارنس کو بغاوت افغانستان کا ذمہ دار قرار دیا جاسکے۔

ایسے واقعات عوام کے ذوق افسانہ پراندہی کے لئے ایک عمدہ موقع بنتا کر دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ لارنس کے اعمال کے متعلق اخبارات میں متعدد مضامین شائع ہوئے جن میں واقعت سے زیادہ افسانہ کا عنصر تھا۔ ان مضامین کی تردید میں سول ایڈیٹر کی گزٹ اور دوسرے جرائد نے جو مضامین لکھے۔ وہ بھی کم مضحکہ خیز نہیں تھے۔ چنانچہ سول نے کرنل لارنس اور کرم شاہ کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

پیر کرم شاہ کا قد لائس سے بارہ انچ لمبا ہے۔ لائس کا قد پانچ فٹ ساڑھے پانچ انچ ہے۔ سول کی روایت کے مطابق پیر کرم شاہ کا قد چھ فٹ ساڑھے پانچ انچ ٹھہرا +

جنوری ۱۹۲۵ء میں اخبارات نے ایک شخص ڈاکٹر ہیولاک نام کا طویل بیان شائع کیا جس کا لٹھس یہ تھا۔ کہ افغانستان کے قبائل کو دو شخص برائے خود کر رہے ہیں۔ ان میں ایک روس کا مشہور جاسوس ٹریش ٹکن ہے۔ اور دوسرا کرنل لائس۔ لائس نومبر کے تیسرے ہفتے میں کابل پہنچا اور شاہ امان اللہ خاں اور وزیر جنگ سے ملاقات کر کے غائب ہو گیا +

ہیولاک کے بیان کی طرح اوہ بھی اکثر بیانات اخباروں میں شائع ہوئے جن میں سے اکثر سچے مبالغہ آمیز معلوم ہوتے ہیں۔ بہر حال فتنہ افغانستان سے لائس کا تعلق جو مانہ ہو۔ دنیا جانتی ہے کہ شہزادیوں کا فتنہ حکومت سے دب نہ سکا۔ بغاوت سارے ملک میں پھیل گئی۔ شاہ امان اللہ خاں قندھار چلے گئے۔ پوچھا جو ایک معمولی رہزن تھا۔ تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ کابل پر تصرف ہو گیا۔ اور شاہی فوجیں منہ بکھتی رہ گئیں۔ زمانہ نے وہاں بھی آٹا۔ کہ شاہ امان اللہ نے دل برداشتہ یورپ کا غم کیا۔ پھر ستھائی قوت کو زوال ہو اور آخر کار جنرل نور خاں اور شاہ کے نام سے تخت سلطنت پر بیٹھ گئے + اور لکھنؤ کے لکھنویوں نے لائس کے موجودہ مشاغل لائس کو بھل کہاں ہے؟ ایک بیان ہے کہ وہ پھر صحرا سے عرب میں داخل ہو گیا ہے بعض لوگ فلسطین کے اضطراب اور تحریک لے سول اینڈ ملٹری گزٹ باجٹ ۱۹۲۵ء +

سیونیان سے بھی اس کا تعلق بتاتے ہیں۔ ایک اور اطلاع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ترکی کی حدود میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ لیکن ترک حکام نے اسے روک دیا۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز اطلاع ہے کہ لارنس کو ترک حکام نے گرفتار کر لیا۔ لیکن ان اطلاعات میں کوئی جی قابل یقینہ دو توف نہیں اور قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ لارنس کہاں ہے۔ اور اس نے آجکل کس ملک کو اپنی جولانگاہ بناد رکھا ہے +



لے لاول ٹامس کا بیان ہے کہ میجر مارشل لارنس کے ہر راز سے باخبر تھا۔ اور اگر وہ زندہ رہتا تو لارنس یقیناً اسے اپنے مشاغل سے مطلع کرتا رہتا۔ لیکن کچھ عرصہ ہوا کہ وفات ہو گئی۔ اس کا انتقال ہو گیا۔ اور دنیا لارنس کے حالات معلوم کر سکی اس خبر سے بھی محروم ہو گئی۔

## سترھواں باب

### لائس کی سیرت پر ایک اجمالی نظر

لائس اپنی ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے کوئی باوقار شخص نہیں۔ اور  
 یہی وجہ ہے کہ لوگ اُسے دیکھ کر اُس کے خصائص سیرت کے متعلق کوئی صحیح اندازہ  
 نہیں کر سکتے۔ اُس کا قد پانچ فٹ ساڑھے پانچ انچ ہے۔ اُس کے گورے رنگ  
 سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اُس نے اپنی عمر کا ایک حصہ عرب جیسے ملک میں جہاں شدت  
 کی گرمی پڑتی ہے بسر کیا ہے۔ اُس کی آنکھیں نیلی ہیں۔ جو ہم حرکت کرتی ہوتی  
 ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں چھوٹے چھوٹے ہیں۔ ٹانگیں جسم کے بالائی حصہ کے مقابلہ میں چھوٹی  
 اور حقیر نظر آتی ہیں۔ اُس کا سر بہت بڑا ہے۔ وہ عام طور پر ہاتھ سینہ کے نیچے باندھ  
 لیتا ہے۔ اور سر جھکا کر چلتا ہے۔ غرض کہ وہ جاہست ظاہری کے اس فقدان نے اُس  
 کی حقیقی عظمت پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور جو لوگ اُسے اچھی طرح نہیں جانتے۔ اُسکی  
 وضع قطع سے ہمیشہ اُس کے متعلق غلط عقیدہ قائم کر لیتے ہیں۔ امریکہ کے ایک جید  
 محقق نے ایک مرتبہ اُس کے متعلق لکھا کہ لائس اپنے چہرہ سے سرکشی کی ایک ناز میں  
 رفاقت معلوم ہوتا ہے۔

[ناواٹا] اولی تو لارنس کی صورت اُس کی سیرت کی پردہ دار واقع ہوئی ہے۔ اور پھر وہ ہمیشہ یہی سعی کرتا ہے کہ اُس کا وجود دنیا کے لئے ایک معنی بنارہے۔ وہ اپنے آپ پر ایک نیم بد پوشی کی سی کیفیت طاری کر لیتا ہے۔ اُس کی ہر ادا سے حماقت مترشح ہوتی ہے۔ اور دیکھنے والے اُسے ایک سادہ لوح شخص سمجھ لیتے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے اُس کی ذکاوت طبع کے واقعات کتابوں میں پڑھے ہیں۔ اُس سے ملتے ہیں۔ تو یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ لارنس جس نے عرب کے سرکش قبائل کو رام کر لیا تھا۔ اس خاموش اور سادہ لوح انسان سے بالکل مختلف ہے۔ لوگوں کو اپنے متعلق ایک غلط خیال میں مبتلا کر دینا اُس کے مخصوص مشاغل کے لئے نہایت مفید ہے لیکن جب وہ چاہتا ہے۔ عوام کو اپنی شخصیت سے مرعوب کر دیتا ہے۔ بعض اوقات وہ وارفتگی اور بے خودی کا نقاب الٹ دیتا ہے۔ اور وہ لوگ جو چند لمحہ پیشتر اُسے ایک ناقابل التفات انسان سمجھتے تھے۔ ایک بیک مسوہ ہو جاتے ہیں +

لارنس کا ایک وصف خاص اُس کی کم گوئی ہے۔ وہ اکثر خاموش رہتا ہے اور جب بولتا ہے تو مختصر جملوں میں اپنا مطلب ادا کر دیتا ہے۔ اُس کے لبوں پر ہمیشہ ایک خفیف سی مسکراہٹ دکھائی دیتی ہے۔ بعض اوقات خندہ دندان نما کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اُسے بہت کم قہقہہ ادا کر سکتے دیکھا گیا ہے + وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر بالکل شرب پند نہیں کرتا۔ کھانے کے اوقات کے بارہ میں بھی وہ زیادہ پابند نہیں اُس کی غذا نہایت مختصر اور سادہ ہے عام طور پر صرف روٹی اور کھن پر زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ شراب پر سادہ پانی کو ترجیح

دیتا ہے۔ رابرٹ گریوز کا بیان ہے کہ لارنس ایک مرتبہ مجھ سے ملنے آیا میں نے اُسے ناشتہ میں شرکت کی دعوت دی۔ لیکن اُس نے انکار کر دیا۔ بن میں مجھے معلوم ہوا کہ اُس نے چہار شہرہ سے شہیدہ تک کھانا نہیں کھایا۔ اس عرصہ میں اُس نے صرف تھوڑی سی مٹھائی اور ایک نان لگی کھائی تھی۔ اور چائے کا ایک پیالہ پیا تھا +

سورنے کے اوقات کے بارہ میں بھی وہ زیادہ پابند نہیں۔ اودھی رات کے بعد اُس پر غنودگی سی طاری ہوتی ہے۔ اور بہت دیر تک نیم بیداری کے عالم میں پڑا رہنے کے پورہ کہیں سوتا ہے۔ وہ جلسوں اور میلوں میں شرکت کا خواہ نہیں اور عموماً اپنا دائرہ ملاقات وسیع کرنے سے متبرکت رہتا ہے۔ اُس کے پاس سیکڑوں خط و آستے ہیں لیکن ان میں سے بہت کم قابل التفات سمجھے جاتے ہیں۔ البتہ اگر اُسے معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ مددِ حبِ نفس و کمال ہے۔ تو وہ اُس سے ضرور ملاقات کر کے استفادہ کرنے کی کوشش کرے گا +

محب سے عجیب بات تو یہ ہے کہ اس طرح اُس کے پُرانے دوست بھی بعض اوقات اُسے نہیں پہچان سکتے۔ اسی طرح وہ بھی اُنہیں نہیں پہچانتا۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی ماں اور بھائیوں کو بھی پہچان نہیں سکتا +

معلوم ہوتا ہے کہ لارنس کے قلب میں کسی شخص کے لئے محبت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ عورتوں سے اُسے کوئی اُنس نہیں۔ اور اگرچہ انکلتان کی حسین ترین لڑکیوں کی یہ تمنا ہے کہ اُنہیں لارنس کی رفیقہ حیات بننا نصیب ہو جائے۔ لیکن لارنس خُسِ صلیف میں کوئی کششِ خُروس نہیں کرتا۔ اور جو لوگ اُسے اچھی طرح جانتے

ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ وہ اپنی وارستہ مزاجی کی بدولت ازدواجی زندگی کے فرائض سے عمدہ براہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

غرض کہ لائس کے صرف وہ اعمال ہی حیرت انگیز نہیں جن سے تاریخ کے اوراق مایاناک ہیں۔ بلکہ اس کے ذاتی حالات۔ عادات و خصائل بھی ایک بہرہ نئیات کے لئے مستقل غور و فکر کا سامان بہم پہنچا دیتے ہیں۔

علیٰ استعداد | ہم اس کتاب کے آغاز میں لائس کی علمی استعداد کا ذکر کر چکے ہیں۔

اس کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ اور قرون وسطیٰ کے مسیحی مجاہدین کے کارناموں کے علاوہ نند حاضر کے بڑے بڑے کارآمد مودہ جرنیلوں کے حالات بھی اس کے دائرہ علم و نظر سے باہر نہیں لیکن وہ بڑے بڑے کشور کشاؤں سے بھی کوئی خاص عقیدت نہیں رکھتا۔ عوام کا قاعدہ ہے۔ کہ بعض لوگوں کو ان کی جلالت۔ قدر۔ عظمت اور غیر معمولی شہرت کی بنا پر فوق الفطرۃ انسان سمجھ لیتے ہیں لیکن لائس کی یہ کیفیت نہیں۔ یوں کہنا چاہئے کہ وہ شخصیت کے ثبوت کی پرستش نہیں کرتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے کارناموں نے ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا ہے جو اس سے اپنا مبدود سمجھتا ہے۔ اور اس سے اسی نوع کی والہانہ عقیدت رکھتا ہے۔

لائس شاعر بھی ہے۔ فلسفی بھی اور مورخ بھی۔ وہ کئی زبانوں میں مہارت رکھتا

ہے۔ اور فرانسیسی اطالوی ہسپانوی۔ جرمن مہارت عصفائی اور روانی کے ساتھ بول سکتا ہے۔ ہالینڈ اور ناروے کی زبانوں میں بھی اسے درخور ہے۔ اور کسی قدر اردو بھی بول سکتا ہے۔

لائس معتقد کی حیثیت میں لائس کو دنیا ایک معتقد کی حیثیت سے بھی جانتی ہے۔



اُس نے دو کتابیں لکھی ہیں ”سیون پلرز آف وزڈم“ اور ”ریولٹ ان دی ڈورٹ“ یہ دونوں اُس کے مشاہدات اور بغاوت عرب کے حالات پر مشتمل ہیں۔ ”سیون پلرز آف وزڈم“ کے دس حصے ہیں۔ اُس نے فروری ۱۹۱۹ء میں اُسے بمقام پیرس لکھنا شروع کیا۔ اور جون تک سات حصے لکھ ڈالے۔ اُس کی تمہید کا آغاز اُس نے تھامس کے فضائی سفر کے دوران میں کیا تھا۔ لندن میں اُس نے اس کا آٹھواں حصہ لکھا۔ لیکن دسمبر ۱۹۱۹ء میں کسی نے کتاب کا مسودہ چھاپا۔ چور کا کوئی سراغ نہیں مل سکا لیکن اُس کے دوستوں کا خیال ہے کہ اس چوری میں سیاسی اغراض پناہاں تھیں۔

جب اُس نے دوبارہ کتاب لکھنا شروع کی۔ تو اکثر یادداشتیں تلف ہو چکی تھیں۔ حافلہ کہاں تک کام دیتا۔ لیکن کریٹل ڈائی جس نے دونوں مسودے دیئے ہیں۔ لکھتا ہے کہ ایک باب تو ایسا ہے جو حرف بحرف مسودے سے ملتا ہے۔ لانس نے پوری کتاب تین ماہ میں لکھ ڈالی۔ لیکن عرصہ تک اسکی اصلاح اور کانٹ چھانٹ ہوتی رہی۔ اور اس طرح یہ کتاب ۱۹۲۰ء میں مکمل ہوئی۔ کتاب میں جا بجا تکرار پر حملے کئے گئے ہیں۔ اور بعض مقامات نہایت خوش آں۔ اس کی تحریر میں انگلستان کے بعض مشہور انشاپردازوں کی اعانت بھی شریک تھی۔ کتاب میں تصاویر کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ لیکن اس کی صرف ایک سو جلدیں چھپوائی گئیں۔ جن پر تیرہ ہزار پونڈ صرف ہوئے۔ اور لانس کو دس ہزار پونڈ کا خسارہ اٹھانا پڑا۔

یہ کتاب کیا ہے۔ اور میری نظر سے نہیں گزری تھی۔ اسکے متعلق رابرٹ گریو کی کتاب ”لانس اینڈ ہی اریس“ سے کچھ قدر معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ لیکن ریولٹ ان دی ڈورٹ کتب فروشوں کے (عام ملحق) ہوتے

”ریوولٹ ان دی وڈرٹ“ میں لجاوٹ عرب کے حالات نہایت سادہ زبان میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں اور تیکوں کے رسم و رواج اور اسلامی ممالک کے جزائریاتی حالات کی نسبت لارنس کی معلومات نہایت وسیع ہیں۔ یہ کتاب زیادہ کامیاب ہوئی +

مذہبی عقاید | لارنس کے مذہبی عقاید کے متعلق بھی عجیب و غریب آراء ظاہر کی جا رہی ہیں کسی زمانہ میں مشہور ہو گیا تھا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے عربوں میں اثر و رسوخ حاصل کرنے کے لئے اپنے مسیحی عقائد کا اخفا ہی مناسب سمجھا ہو مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ پولین نے بھی ایک موقع پر اسلام اور پیغمبر اسلام سے اپنی عقیدت ظاہر کی تھی۔ لیکن موشن کا بیان ہے کہ اس کا فیصل بعض سیاسی مصالح پر مبنی تھا لارنس کی اسلام دوستی بھی تقریباً یہی حیثیت رکھتی ہے +

لارنس اسلامی تعلیمات سے باخبر ہے لیکن اس کا علم نہایت سطحی واقع ہوا ہے اس کا بیان ہے کہ اسلام کا خدا ستر اسیریکہ قہر و جلال ہے۔ چنانچہ جب اس نے ایک مرتبہ ایک عرب کو خدا کے حمد و کرم اور اذیت و محبت کا ذکر کرتے سنا تو اسے بے حد تعجب ہوا۔ اسے ہمیشہ یہ خیال رہا کہ مسلمانوں کے ذہن میں خدا کی وہی صفات ہیں جن کا تعلق اس کے قہر و جلال سے ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اسی غلط عقیدہ کے باعث اس نے اسلام قبول کیا ہو کیونکہ ہر مسیحی کا عقیدہ ہے کہ ”خدا محبت ہے“ لیکن اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ لارنس کوئی پابند مذہب مسیحی ہے۔ وہ اس دور

لارنس نے ”ریوولٹ ان دی وڈرٹ“ میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے +

کے عام بیجیوں کی مانند ہے جن کے عقائد پر الحاد غالب آچکا ہے +

لارنس کو عربوں کی تاریخ عروج و زوال سے بھی واقفیت ہے کیونکہ جب اُس نے صحرائے عرب کے مختلف قبائل کو ہتھکڑی کے ترکوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنا چاہا۔ تو اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ کہ عربوں کو اسلاف کے کارنامے سن کر غیرت دلانی جائے۔ اور کہا جائے کہ جو قوم اُن پر حکومت کر رہی ہے۔ وہ اُن پر کسی حیثیت سے نفوق اور برتری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اُس نے عربوں سے کہا کہ اسے فرزند ابن اسماعیل تم میں نبی عربی صلعم پیدا ہوئے۔ تم قرآن کے مقابلے اولین ہو۔ تم نے مشرق و مغرب کے ظلمتکدوں میں شمع علم روشن کی۔ تم نے یونانیوں۔ ایرانیوں۔ اور مصریوں کے مرہوموں کو زندہ کیا۔ کیا تمہاری غیرت گوارا کرتی ہے۔ کہ ملحد ترکوں کے حلقہ بگوش ہو؟

مفاخرت عرب کا امتیازی وصف ہے۔ اگرچہ اسلام نے جاہلیت کے انداز تفاخر کو مٹا دیا لیکن مفاخرت تعلق طرز پر دمٹ سکی۔ آج بھی عرب جب فخریہ قصاید پڑھتے ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تلواروں کی بجلیاں کو نذر ہی ہیں۔

لارنس عربوں کی اس خصوصیت سے آگاہ تھا۔ اس لئے اُس نے اس جذبہ مفاخرت سے فائدہ اٹھانے کی پوری سعی کی۔ اور اُن کے مذہبی اور نسلی فخر و آقا کو حرکت میں لا کر اس بنیاد میں جسے جاہل حریت سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ شریک ہونے پر آمادہ کر دیا۔ عہدہ ابن ابوطانی ایک صاحبِ اہل و عاشق تھا۔ جسے لارنس سے بیحد اُنس تھا۔ اس اُنس کی وجہ یہی تھی کہ لارنس کی گفتگو ہمیشہ اس کے مذاق کے مطابق تھی۔ لہذا وہ اس نے اپنی کتاب میں جا بجا لارنس کی ان سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے +

ہوتی تھی +

معلوم ہوتا ہے کہ لارنس عربیوں کے خصائص و عادات اور رسوم سے پوری طرح آگاہ ہے۔ اُس کی یہی خصوصیت عربوں کی شیفتگی اور گرویدگی کا باعث ہوئی وہ عربی نہایت صفائی اور روانی کے ساتھ بول سکتا ہے۔ اور اگرچہ اُس کی زبان میں حجازیوں کی سی فصاحت تو نہیں۔ لیکن کم از کم مخاطب اُس کی باتیں سن کر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ شامی عرب ہے۔ فیصل نے اُسے اپنے رفقا کے ساتھ ایک شامی عرب کی حیثیت سے روشناس کرایا تھا۔ زبان بہتیرے سے راز فاش کر دیا کرتی ہے۔ اگر اُسے عربی بولنے پر پوری قدرت نہ ہوتی۔ تو عربوں پر اُس کا فریخی الاصل ہونا فوراً ظاہر ہو جاتا +

لارنس بغاوت عرب کے زمانہ میں عربی لباس پہنتا رہا۔ لاول ٹامس نے اُسے پہلی مرتبہ جب عبا اور عقال پہنے ہوئے دیکھا۔ تو اُس نے اسے کوئی عرب ٹمراؤ سمجھا۔ جنگ عمومی کے خاتمہ کے بعد جب فیصل انگلستان آیا۔ اور ملک معظم نے اُسے قصر بکنگھم میں شرف باریابی بخشا تو لارنس عربی لباس پہنے اُس کے ہمراہ تھا۔ انگلستان کا ایک مقتدر مرد بر لارنس کو اس لباس میں دیکھ کر بہت ناراض ہوا۔ اور کہا کہ کرنل لارنس تمہیں یہاں اس غیر ملکی لباس میں نہیں آنا چاہئے۔ لارنس نے جواب میں کہا۔ جناب جب ایک شخص کے دو آقا ہوں۔ اور اُسے ان دونوں میں سے ایک کو ناراض کرنا پڑے۔ تو اُسے چاہئے کہ اپنے آس آقا کو ناراض کرے جو زیادہ طاقتور ملہ لاول ٹامس جس نے لارنس کے حالات پر سب سے پہلے ایک کتاب لکھی۔ بغاوت کے زمانہ میں عربستان میں رہ کر متحرک تصاویر فراہم کرتا رہا +

ہو۔ میں یہاں اپنے آقا امیر فیصل کے ترجمان کی حیثیت سے آیا ہوں۔ اس لئے  
میں نے اُس کی فوجی وردی پہن رکھی ہے +

ڈانٹ | لارنس نہایت ذہین اور طباع شخص ہے۔ اور اُس کا حافظہ نہایت  
قوی ہے۔ جس زمانہ میں وہ قاہرہ میں تھا۔ ایک مرتبہ اُس کے اعلیٰ افسر نے  
اُس سے پوچھا کہ ترکوں کا اکتالیسواں ڈویژن کہاں ہے۔ لارنس نے جواب  
دیا کہ حلب کے قریب فلاں مقام پر۔ افسر نے پوچھا کیا تم نے اس کے متعلق  
یادداشت رکھ لی ہے۔ اُس نے جواب دیا نہیں۔ افسر نے درخت لہجہ میں پوچھا  
کیوں؟ لارنس نے کہا یہ تمام تفصیل میرے ذہن میں محفوظ ہیں +

بغاوت عرب کی ساری تاریخ لارنس کی غیر معمولی ذہانت کے واقعات  
سے ملو ہے۔ جب وہ عربستان میں پہلے پہل وارد ہوا۔ تو اُسے بتایا گیا تھا  
کہ عبداللہ کی بدولت نہایت بڑے کار آئی ہے۔ اور اُس میں یہ صلاحیت ہے کہ  
وہ ترکوں کو اس ملک سے نکال دے۔ لیکن اُس نے شریف کے چاروں بیٹوں  
سے یکے بعد دیگرے ملاقات کرنے کے بعد بغاوت کی قیادت کے لئے فیصل کو منتخب  
کیا۔ واقعات شاہد ہیں کہ اُس کا یہ انتخاب صحیح تھا۔ اور فیصل واقعی سیاست فہمی  
اور بہیر دانی میں اپنے تمام بھائیوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ اسی طرح جنگ سے قبل  
ہی اُس نے اہمار و قرائن کی بنا پر یہ رائے قائم کر لی تھی۔ کہ منقریب ایک عالمگیر جنگ  
چھڑنے والی ہے +

علی حسین کے برہنہ ہوا، عبداللہ شرف اردن کا امیر تسلیم کیا گیا۔ اور انگریزوں نے فلیپ کو  
اسٹیشن پر ورت کر دیا۔ فیصل شام کا بادشاہ بنایا گیا۔ اور یہ نے اپنے باپ کی رفاقت اختیار کی +



ہے۔ اور اس فن کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو اس کی نگاہ سے مخفی رہ گیا ہو۔ مزید برآں عرب قبائل کی جنگ کا طریقہ فرالا ہے۔ اُن سے لارنس ہی کام لے سکتا تھا۔ شاید دورِ حاضر کا کوئی بڑے سے بڑا جنرل بھی یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ صحرائے عرب میں لارنس کے ساتھ پکارا آؤں ہو سکے۔ اس عہد میں مارشل فوش کو بہت بڑا اہم فن حرب کہا جاتا ہے۔ جنگ عمومی کے بعد جب لارنس بوڑھے سپہ سالار سے پیرس میں ملا۔ تو اُس نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ شام میں عنقریب فرانسیسوں اور عربوں کے درمیان ہنگامہ کارنا را گرم ہونے والا ہے۔ کیا تم عرب عساکر کی تیاری کرو گے؟ لارنس نے جواب دیا کہ اگر آپ بغض نفیس فرانسیسی فوجوں کی کمان کریں تو میں بھی عربوں کی قیادت کر کے اس معرکہ سے لطف اندوز ہوں گا۔ مارشل فوش نے کہا۔ میں تم سے مقابلہ کر کے اپنی اُس شہرت پر پانی نہیں بھیرنا چاہتا۔ جو میں نے مغربی محاذ جنگ کے معرکوں میں حاصل کی ہے۔

ایک کامیاب جرنیل کے لئے ضروری ہے کہ وہ غنیمت کی نقل و حرکت سے پوری آگاہی رکھتا ہو۔ اس معاملہ میں کوئی قابل سے قابل جرنیل بھی لارنس کا حریف نہیں ہو سکتا۔ جب وہ مصر میں تھا تو اُس کے سپرد یہ خدمت تھی کہ ترک عساکر کے متعلق صحیح معلومات فراہم کرے۔ چنانچہ اُسے معلوم تھا کہ فلاں ڈویژن فلاں مقام پر ہے اور فلاں ڈویژن فلاں مقام پر۔ اور تو اور چھوٹے چھوٹے دستوں کی نقل و حرکت کے متعلق وہ معلومات فراہم کر لیتا تھا۔ اور کوئی جزئی سے جزئی واقعہ ایسا نہیں تھا۔ جو اُس کے دائرہ نظر سے باہر نہ گیا ہو۔ ایک مرتبہ قاہرہ میں دو جرنیل ترک عساکر کی نقل و حرکت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہا فلاں ڈویژن فلاں

مقام پر پہنچ گیا ہو گا۔ لارنس پاس ہی کھڑا سنتا تھا۔ اس نے قطع کلام کر کے کہا۔ نہیں صاحب یہ قطعاً غلط ہے۔ راستے خراب ہیں۔ ذرائع رسل و رسائل محدود۔ اس ڈویژن کا جرنیل نہایت حسرت اور کاہل انسان ہے۔

’ترک فوج کے متعلق جو اس نے یادداشتیں مرتب کیں۔ وہ بامعیت کے اعتبار سے اپنی فطرت آپ میں۔ مثلاً اگر وہ کسی ترک و سنہ کے متعلق یادداشت سپر قلم کرتا تھا۔ تو اس کے افسر کے ذاتی حالات تک ضبط تحریر میں آتا تھا۔ اس کی یادداشت کا انداز یہ ہوتا تھا۔

جنرل عبدالحمود ڈویژن فبر — کا کمانڈنگ افسر لاء البانی ہے۔ اُسے تپ دق کا مرض ہے۔ نہایت قابل افسر ہے۔ توپ اور ہندو کی لڑائی میں اُسے مہارت حاصل ہے۔ لیکن انسانی حالت نہایت پست ہے۔ رشوت لینے میں آسے کوئی دریغ نہیں۔

’دوسرے افسر۔ ان یادداشتوں کو غیر ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن درحقیقت ان سے انگریزوں کو بہت مدد ملی۔ اور انہوں نے اس قسم کے تمام ترک افسروں کو رشوت دے کر اپنے ساتھ بلا لیا۔

یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ اگر لارنس نہ ہوتا۔ تو بغاوت عرب کبھی کامیاب نہ ہوتی۔ اور آج مشرق کا نقشہ بالکل مختلف نظر آتا۔ جنگ عظیم میں انگریزوں کی کامیابی کے دو بڑے اسباب تھے۔ مغرب میں، نہیں ریاستہائے متحدہ امریکہ کی اعانت کے باعث کامیابی ہوئی اور مشرق میں آن کی فتح کار از بغاوت عرب میں مندرجہ ذیل کمنا پیسے کہ مشرق میں اتحادیوں نے تنہا لارنس کی بدولت ترکوں کے مالک



محرورہ پر قبضہ کر لیا +

یہ کہنا مشکل ہے کہ لارنس کو بناوٹ عرب میں حصہ لینے اور ترکوں کو عربوں کے خلاف براہِ گینہ کرنے کا خیال کیونکر پیدا ہوا۔ لارنس سے پہلے داتس نام ایک جرمن جاسوس نے جنوبی ایران کے قبائل کو حکومت ایران کے خلاف براہِ گینہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اُس کا مقصد یہ تھا کہ ایران میں انگریزوں کے اقتدار کو شکست دی جائے۔ بہت ممکن ہے کہ لارنس نے داتس کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کی ہو +

لارنس نہایت مخفی اور جھاکش شخص ہے۔ صحرائے عرب میں جہاں منزلوں ریت کے تو دوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اور بادِ سموم کے جھونکے دو قدم چلنا بھی ناممکن کر دیتے ہیں۔ بناوٹ کو کامیاب بنانا لارنس کا ہی کام تھا۔ عقبہ پر حملہ کرنے سے پیشتر وہ کئی دن تک جلتی ریت پر ننگے پاؤں دوڑتا رہا۔ عقبہ کے طویل سفر میں عودہ ابن ابی طائی جیسے جھاکش لوگ جو صحرائی آب و ہوا کے عادی تھے یہ منہل کھائی دیتے تھے۔ لیکن لارنس اسی طرح چاق و چوبند تھا +

شجاعت لارنس کی شجاعت۔ بے خوفی اور مردانگی کے متعلق کئی حکایتیں مشہور ہیں۔ ایک مرتبہ قبیلہ نفیس کے چند شہسواروں نے اُس پر حملہ کیا۔ اُس وقت لارنس کے ہمراہ صرف ایک شخص تھا۔ لارنس نے انہیں آتے دیکھ کر ایک قہقہہ لگایا۔ حملہ آوروں کو اُس کے اطمینانِ خاطر نے متحیر کر دیا۔ اور انہوں نے سمجھا کہ اس کے ہمراہ کوئی بہت بڑی جمعیت ہے۔ وہ ابھی اسی تہتر میں تھے کہ لارنس موقع پا کر نکل گیا +

لارنس کے خباثت سیرت میں اس کا ذوق تخریب و ہلاکت بہت نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ تسخیرِ عقبہ کے بعد اس کی زندگی یک بیک یہی ہنگامہ خیز بن جاتی ہے۔ اور وہ لوگوں کو ہلاکت کی دعوت عام دیتا نظر آتا ہے۔ شام کی صبح میں اس نے ترک عورتوں اور بچوں کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اس کے سفاکانہ اعمال کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کی ساری درندگی ایک وجود میں جمع ہو گئی ہے۔ اور دنیا کی تمام سبلی قوتوں نے ایک انسانی پیکر میں پناہ لے لی ہے۔ چنانچہ اس نے ایک موقع پر اپنے ایک دوست سے کہا تھا :-

”میرے نزدیک وہ منظر نہایت پراثر اور دلاویز تھا۔ جبکہ ایک گھڑابی جو ترک سپاہیوں سے بھری ہوئی تھی۔ ڈائنامیٹ کے زور سے بالائے ہوا جانی پھٹی“

لیکن بعض اوقات ابنائے جنس کے مصائب پر اس کا دل کھل جاتا ہے شام میں فرانسیسی وحشیوں نے جو مظالم برپا کئے۔ ان کی روداد سن کر لارنس کو کچھ قلق ہوا۔ انہیں دونوں فرانس کے ایک کتب فروش نے اسے لکھا کہ میں آپ کی کتاب ”ریلوے ٹولٹ ان دشی ڈزرت“ کا فرانسیسی ترجمہ شائع کرنا چاہتا ہوں۔ لارنس نے جواب دیا کہ میں اس شرط پر یہ اجازت دے سکتا ہوں کہ کتاب کے صفحہ اول پر یہ الفاظ تحریر کئے جائیں۔ کہ اس کتاب سے جس قدر روپیہ حاصل ہو گا اس سے اُن شامیوں کی اعانت کی جائے گی جن پر فرانسیسیوں نے شرم توڑ دیا ہے۔ جن دونوں وہ وادی فرات میں ہو کر تھکے ساتھ تھا۔ ایک جرمن انجینئر نے کسی عرب مزدور کو روٹے سے پٹیا۔ لارنس کو معلوم ہوا تو اس نے جرمن انجینئر سے اس کتاب

کا سبب دریافت کیا۔ انجینئر نے جواب دیا۔ آپ رہنے دیجئے۔ ان لوگوں سے اسی نوع کا سلوک مناسب ہے۔ لارنس نے کہا کہ یا تو اس مزدور سے معافی مانگ لو۔ ورنہ میں تمہیں اسی طرح کوڑے سے پیٹونگا۔ پہلے تو جرمن انجینئر نے نہ مانا۔ لیکن لارنس کے تیور دیکھ کر عاقبت الامر اس نے معافی مانگ لی +

اسی طرح اس نے ایک مرتبہ دیکھا کہ ایک افسر وہ سپاہیوں کو سخت ہتھکڑیاں پہنا رہا ہے۔ وہ قریب پہنچ کر سننے لگا۔ افسر کہہ رہا تھا "احمقو۔ تم نہیں جانتے کہ میں بھریوں۔ تم نے مجھے سلام کیوں نہیں کیا۔ اب اسی طرح میرے پاس سے گزرو اور مجھے سلام کرو۔ وہ اس کام کی تعمیل کر کے رخصت ہونے لگے تھے۔ کہ افسر نے انہیں روک کر کہا تم نے سلام کرنے میں غلطی کی ہے۔ پھر سلام کرو۔ انہوں نے پھر تعمیل کی۔ یہ دیکھ کر لارنس سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا "مجوزہ اٹھو تم ایک ضروری بات بھول گئے ہو؟"

بجز اسے پہچانتا تو نہیں تھا۔ لیکن لارنس کے انداز کلام اور اس کی وہ دہی سے اس نے سمجھ لیا۔ کہ وہ کوئی اعلیٰ افسر ہے۔ لارنس نے کہا "مجھ کو یہ بھول گئے۔ کہ جس افسر کو سلام کیا جاتا ہے۔ اسے بھی جواب میں سلام کرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے تمہیں سلام کیا ہے۔ تم اب انہیں سلام کرو" افسر نے مجبوراً سلام کیا۔ لارنس نے پھر کہا "انہوں نے تمہیں دو مرتبہ سلام کیا ہے۔ تم بھی دو بارہ سلام کرو"۔ پھر نے حکم کی تعمیل کی اور دونوں سپاہی خوش ہو گئے +

اس لارنس کی خوش بسی اور زندہ ولی کے شعلہ بھی ہتیرے واقعات مشہور ہیں۔ جنہیں ہم نے بخیر نواں قلم انداز کر دیا ہے +

باایں مہر لانس شہرت کا جو یا نہیں سکتا ۱۹۱۹ء میں جب انگلستان کے جوائے  
میں اس کے متعلق اکثر مضامین شائع ہوئے۔ تو تقریباً پچاس لڑکیوں نے  
اس سے شادی کی تمنا ظاہر کی۔ اس واقعہ نے اسے زیادہ عزت پسند بنا دیا  
لانس چاہتا تو وہ کوئی بڑے سے بڑا عہدہ حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن وہ اپنی  
خدمات کا کوئی صلہ نہیں لینا چاہتا اس کے کارناموں نے اس کے تدارک  
کی ایک بہت بڑی جماعت پیدا کر دی ہے۔ جس میں برطانیہ کے بڑے  
بڑے اسکا برو عائد شامل ہیں۔ انہوں نے ایک مرتبہ یہ چاہا تھا کہ لانس کو کسی  
مشرقی نوآبادی کا گورنر مقرر کر دیا جائے۔ لیکن لانس کی بے نیازی اور استغنا  
کے پیش نظر انہیں یہ خیال ترک کر دینا پڑا۔

لانس کی زندگی کی سب سے بڑی خصوصیت جو اس کی اسلام  
دشمنی کے باوجود ہمیں اس کی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہی  
ایثار پرستی ہے۔ اس نے عربستان میں برطانوی تسلط و اقتدار کی خاطر جو عظیم الفداء  
خدمات انجام دیں۔ ان میں نفسانی اغراض کا شائبہ تک نہ تھا۔ محاربہ عمومی کے  
بعد جب وہ شاہ جابر جیم کے حضور میں پیش ہوا۔ تو اس نے یہ کہہ کر اپنے تمام تھے  
واپس کر دیئے کہ حکومت نے عربوں سے ایفائے عہد نہیں کیا۔ اس لئے میں  
مناسب نہیں سمجھتا کہ ان تمغوں کو اپنے پاس رکھوں +

ممکن ہے کہ عربوں سے جو یہ عہدہ ہی کی گئی۔ اس نے لانس کو اپنے اس  
نظم میں کہ وہ کوئی اعزاز قبول نہیں کرے گا۔ راسخ کر دیا ہو۔ لیکن اس اسادہ کی  
سب سے بڑی وجہ اس کا جذبہ ایثار ہے۔ اور اگر وہ کوئی اعزاز قبول کر لیتا۔ تو

آج اُس کا نام بھی انہیں لوگوں کی فرست میں ہوتا۔ جنہوں نے صلہ کی تمنا میں شہر  
اور عزت کی امید پر خدمات کیں۔ اور اگرچہ یہ تمنا پوری ہو گئی۔ لیکن انہیں کوئی  
حقیقی عظمت حاصل نہیں ہو سکی +

لارنس کا مقابلہ لارڈ کرزن سے کیجئے۔ جس کی سب سے بڑی خواہش  
یہ تھی کہ اُسے انگلستان کا وزیراعظم بنا دیا جائے۔ اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ اور  
اس کا کامی نے اُس کی زندگی تلخ کر دی۔ لارڈ کرزن کی خدمات سے کسے  
انکار ہو سکتا ہے۔ اُس کا شمار برطانیہ کے اُن محسنوں میں ہے۔ جنہوں نے  
اپنی ساری عمر اپنے وطن کو سر بلند دیکھنے کی کوشش میں صرف کر دی۔ اور  
بظاہر لارنس کو جو برطانی فوج کا ایک معمولی کرنل ہے اُس سے کوئی نسبت نہیں  
ہو سکتی۔ لیکن سچ پوچھئے تو لارنس کی عظمت حقیقی عظمت ہے۔ لارڈ کرزن کی جلالت  
قدر، اُس کی عظمت کے سامنے سچ نظر آتی ہے +

آج لارنس تمام اعزازات سے قطع نظر کر کے دنیا کے کسی نامعلوم گوشہ میں  
اپنے ملک کی خدمات انجام دے رہا ہے۔ لیکن سارا مغرب اُس کے کارناموں  
سے گونج رہا ہے۔ لارنس کے مداحوں کے زمرہ میں ہیں مسٹر لارڈ جارج۔ لارڈ  
کرزن آج بھی لارڈ ایلمنٹی جیسے بلند پایہ مدبرین اور برٹش اور شاہی راجہ  
مفسر ریتھ جیورٹس گرنڈول لارنس کی بجد مقرر ہے۔ اُس نے اپنے سفر نامہ میں  
لکھا ہے کہ لارنس کا منوں کو چھو تا ہے تو وہ پھل بن جاتے ہیں +

مسٹر جارج برٹش اور شاہ سے لارنس کے بہت گہرے تعلقات ہیں۔ شاید انہیں تعلقات  
کی بنا پر وہ لارنس کے بجائے "وٹشا" کہلا نا پسند کرتا ہے +

جیسے ادباء و شعرا کے نام نظر آتے ہیں۔ انگلستان کے ایک مشہور مدبر کا بیان ہے کہ برطانیہ کی مجلس وزارت میں جب شام فلسطین اور حجاز کا مسئلہ پیش ہوا۔ تو لارڈ کرزن نے ایک نہایت فصیح و بلیغ تقریر میں لارنس کا تعارف کرایا۔ اور اُس کے کا ناموں کی بے حد مدح و تائید کی جب تقریر ختم ہوئی تو اُس نے لارنس کی جانب رخ کر کے کہا ”کیا آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟“ لارنس نے صرف اس قدر کہا: ”آپ لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ کہ آپ نے ہمیں کتنی بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے؟“ لارنس نے بمثل یہ الفاظ کہے تھے کہ لارڈ کرزن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دھارا بہہ نکلا۔

غرض کہ لارنس کی سیرت کے اس دھندلے سے خاکہ سے آپ کو معلوم ہو گا کہ اُس میں گوناگوں صفات جمع ہیں۔ وہ ایک نکتہ رس شاعر بھی ہے۔ اور بالغ نظر فلسفی بھی۔ وہ ایک صائب الرائے مدبر بھی ہے۔ اور ایک شجاع جرنیل بھی۔ وہ چنگیز اور ہلاکو کی طرح ہلاکت و خونریزی کا بھی دار و شید اس ہے۔ اور گلیڈ اسٹون کی طرح مہمات ملی کی کٹھیاں بھی سلجھا سکتا ہے۔ کبھی وہ وادی فرات میں ایک مٹے ہوئے تمدن کے آثار باقیہ کی تحقیق میں مصروف نظر آتا ہے۔ اور کبھی ایک عرب عورت کے لباس میں عمان کے استحكامات کا سائہ کرتا دکھائی دیتا ہے۔ کبھی ہم اُسے عرب قبائل میں مصروف و غلویہ دیکھتے ہیں۔ اور کبھی حلد و چرم کی تدبیر سوچنے میں مشغول پاتے ہیں۔ اُس کے ان عجیب و غریب خصائص کا مطالعہ کر کے ایک اہل نظر نے کہا تھا:-

”میں انکار کرتا ہوں۔ کہ لارنس درحقیقت کوئی انسان ہے۔ لارنس

دراصل برطانیہ کی خارجہ حکمت عملی کا دوسرا نام ہے جس میں دانش  
مندی اور علم و نظر کی جاؤمیت کے ساتھ تحریر و ہلاکت جبر و تشدد  
اور تقو و جلال کی ہولناکی شامل ہے +

ختم شد



## پراسرار ناول

ہم کا نسخہ مترجمہ قاضی محمد عدیل صاحب عباسی ایم۔ اے۔ ایل ایل بی (علیگ سائنس) ایڈیٹر روزنامہ "زمیندار" لاہور اس ناول میں جنگ یورپ کی سیاسیات، حسب الوطنی اور سراغریانی کی ایک ہوشربا داستان پیش کی گئی ہے۔ قومی مقصد کو واضح کرنے کے لئے مصنف نے ایک ہم کے نسخہ کی پراسرار کہانی لکھی ہے۔ جو لندن کے ایک ہوٹل سے گم ہوتا ہے۔ اور مختلف ملک کے سراغریاں اسے حاصل کرنے کے لئے جان توڑ کر کوشش کرتے ہیں۔ اس نسخہ کے حاصل کرنے کے لئے انگلستان کے سراغریاں ہوشیئر کے عجیب العقول کارنامے۔ امریکن سراغریاں لڑکی مس سیلا کی متغدی۔ دیرری اور حیرت انگیز قوت ارادی۔ جاپان کے شہزادہ نکاشی کی ہوشیاری۔ چالاک۔ اور ایک ادستے ملازم کے ہرپ میں وطنی خدمات کی انجام دہی۔ فرانس کی سراغریاں مس سونیا کی ایک ناپے گائے والی عورت کے عیس میں فقیہ خبر رسانی۔ سنہ کے موجد کریم کی دل ہلا دینے والی سرگزشت اور اس کا حشر۔ جرمنی کے کروڑ پتی سراغریاں شرکی جاسوسی اور خطرناک سازشیں۔ جرمن تاجر دل کی ایک فقیہ انجن کے کارنامے۔ اور نسخہ کا انجام نہایت خوبی سے لکھا گیا ہے۔ سرورق رنگین۔ لکھا ئی۔ چھپائی اور کاغذ عمدہ سفید۔ صفحات مہمہ مہمہ عمیر

**خون کی پیاس** یہ ایک حیرت انگیز دماغ رکھنے والے مجرم کی داستان ہے۔ جس کے خون کی پیاس جب ایک مرتبہ بھڑک اٹھتی تھی۔ تو سچے پوڑھا کوئی اس کے ہاتھ سے محفوظ نہ رہ سکتا اور اس کے جرم کے طریقہ حیرت انگیز سراغریاں کو دیوانہ بنا دینے



دائے تھے۔ ایک شخص جس کو قتل ہوتے دیکھا گیا۔ اور جس کا دھڑمچ کے وقت مکان سے نکال گیا تھا۔ اُس نے دوپہر کو ایک کثیر رقم کا چاک بنک سے بھنایا۔ ایک شخص جو رات بھرا اپنے مکان میں رہا۔ اور صبح کو دیاں سے رخصت ہوا۔ اس کے جانے کے بعد الماری میں سے اس کا کٹا ہوا سر نکلا جس کے متعلق ڈاکٹروں نے رائے دی کہ دو روز پہلے بدن سے الگ کیا گیا ہے۔ دنیا کا یہ بے مثال مجرم اس طرح جرم کرنا تھا۔ کہ کوئی یہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ اس کا گرفتار ہونا بھی کسی طریق سے ممکن ہے۔ لیکن آخر کار ایک ہوشیار سراغ رساں نے جس کا دماغ مجرم کے دماغ سے بھی زیادہ تیز تھا۔ اس کو بے حد مشکلات کے بعد قانون کے شکنجہ میں جکڑ لیا۔ ۲۰ صفحے۔

قیمت ۴۰

**پار نصیب**۔ ایک خوفناک مجرم کی حیرت انگیز داستان۔ جسے قید و بند کے مصائب راہ پرست پر نہ لاسکے۔ مگر ایک پارسا کی مروت نے ایسا بے بس کیا۔ کہ اس کی تمام زندگی ایک معصوم مگر بد قسمت لڑکی کی نگہداشت میں صرف ہو گئی۔ اور صرف اس کی حفاظت کی فکر جنون بن کر اسے قانون اور سراغ رساؤں سے عہدہ براہ منے کے لئے مجبور کرتی رہی۔ بے انتہا دلچسپ پراسرار اور موثر قطعہ حجم ۱۰۰ صفحے قیمت صرف ۴۰

مغرب کے مشہور افاق افسانہ نویس۔ آ۔ ایل اسٹونسن کی مایہ ناز تصنیف "آجکل کی الف لیلہ کا ترجمہ جناب سالک میر انقلاب کے قلم سے۔ اس سلسلے کی تین کتابیں ہیں۔"

**خودکشی کی انجمن**۔ ایک پراسرار انجمن کی سنسی پیدا کرنے والی کہانی جسے ایک جرائم پیشہ شخص نے اس غرض سے بنا رکھا تھا۔ کہ دنیا کے یاپوس اور کم ہمت لوگوں سے روپیہ وصول کر کے ان کے لئے خودکشی کے مواقع ہم پہنچا۔ یا کرے۔ جو ہمسایہ کا شہزادہ فلوریڈل

اس کا ممبر بن گیا۔ اور موت سے بال بال بچ کر اس نے اس ناپاک محفل کا خاتمہ کر دیا۔

۲۔ **راجہ کا ہمیرا**۔ ایک میرا جو مشرق سے مغرب میں پہنچا۔ وہاں جس کسی کے ہاتھ میں جاتا۔ اس پر مصائب کا طوفان لے آتا تھا۔ کئی حریف اس میرے کی تاک میں تھے اور اسے عجیب و غریب ترکیبوں سے اڑا لیتے تھے۔ مگر وہ کسی کے پاس زیادہ دیر نہ رہنے پاتا تھا۔ آخر مختلف لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہوا وہ بوہمیا کے شہزادہ فلوریڈل کے ہاتھ لگا۔ اور اس نے ہمیشہ کے لئے اس کا قصہ ختم کر دیا۔ بے حد عجیب و غریب اور پراسرار واقعات کہیں کہیں مذاق کے چھینٹے اور بے حد دلفریب انداز بیان عدم

۳۔ **قصر ساحل**۔ خوفناک جنگلوں کی تاریکی میں ایک قصر تھا۔ جو رات سے دیران پڑا تھا۔ ایک رات اس کے دیروں میں مدشہبیاں حرکت کرتی ہوئی نظر آئیں۔ اور اس دیرانے میں سنسنی پیدا کرنے والے واقعات کا ایک حیرت انگیز سلسلہ شروع ہو گیا جس و عشق اور نفرت و انتقام کے جذبات کیسی کیسی صوبتیں اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر یہ دیکھنا ہو۔ تو اس دیران قصر کی پراسرار داستان پڑھئے

**سعید و قلیانہ**۔ اسلامی شجاعت۔ تہرہ و بہادری کا سچا تاریخی افسانہ۔ عربوں کی لیڈر اور فاتحانہ زندگی کا مرقع۔ غازیان اسلام کا جوش چاد۔ شام کی فتح اور عیسائی قلعوں پر اسلامی پرچم لہرانے کے مناظر جس و عشق کی چاشنی۔ ایک پادری کی لاک فدا نہ اور سلمان سپہ سالار سعید کی باہمی محبت کی داستان۔ تصویر دار قیمت مگر

**آستانہ کی خور**۔ جنگ عظیم کے پر آشوب زمانے میں ترک قوم کی شجاعت و دلیری۔ شہر و قربانی اور خورشید سعیدہ اور عارف بے کے عشق و محبت کا افسانہ۔ نوجوان نرگوں کے لئے وہ وقت ہے جدنا ترک تھا جیکہ ایک طرف ترک فوجیں میہ ان جنگ میں اپنے شہر کو

سے بربریکار تھیں اور دوسری طرف غلامانِ قوم جن میں داماد فرید با شاہنشاہین پیش تھا اتحادیوں سے قسطنطنیہ ان کے حوالے کر دینے کی ساز باز کر رہے تھے۔ اور انہیں اتحاد و ترقی کے سرگرم افراد کو جن میں انور طلعت، جمال اور مصطفیٰ کمال جیسے محب وطن شامل تھے قید و بند اور جلا وطنی کی سزا سنائی دی جا رہی تھی ان شیفتگانِ وطن نے اناطولیہ کی صحرائی وسعتوں سے اٹھ کر داماد فرید اس کے ہم خیالوں اور خود سلطانِ اعظم کے وطنِ فردشاہہ منصوبوں کو کس طرح خاک میں ملایا جنگِ ترکی دیوثان میں وہ کس طرح فتح مند ہوئے۔ اور انہوں نے کیونکر اقتدار حاصل کر کے شہنشاہیت کو جمہوری طریقہ حکومت میں تبدیل کیا۔ یہ سب کچھ اس ناول کے مطالعہ سے معلوم ہوگا جو نہایت دلچسپ اور دل نشین انداز میں لکھا گیا ہے ہر ورق ایک نازنین کے فوٹو سے مزین ہے لکھائی چھپائی بہت اچھی کاغذ سفید ۴۸ صفحات جلد قیمت ۴۰ روپے بغیر جلد قیمت ۳۰ روپے

**تین ترک جاسوس** - یعنی انقلاب ترکی اور جنگ ترکی کی پراسرار کہانی اربابِ حکومت انگور انکی زبانی پیش ہے کہ اگر پردے کے سامنے کا نظارہ عجیب ہے۔ تو حالات پس پردہ عجیب تر ہوں گے۔ چنانچہ تین ترک جاسوس میں ان خفیہ سانحات کا انکشاف کیا گیا ہے جو اب تک دنیا کی نظروں سے اوجھل رہے ہیں۔ ملک عبدالغفور سانین لکچرار یونیورسٹی آف لندن وائس چانسلر مسلم اسٹنڈرڈ لندن کو اپنی سیاحت ترکی کے دوران میں ان ہوشیارانوں کا علم ہوا جنہیں سیاسی مصلحتوں کی بنا پر ہنوز پردہ اٹھایا نہیں رکھا گیا تھا۔ اور موصوف نے ہنڈت

اگر انہیں شائع کر دیا۔ صفحات ۲۷۲ قیمت ۱۰ روپے

شائع شدہ

بینچر اردو کتب خانہ پبلیشرز پرائیویٹ لمیٹڈ علی وڈ لاہور



## بم کا نسخہ

جنگ عظیم میں دہل متحدہ اور حکومت جرمنی کے اندر دنی  
سیاسی راز تمام بیرونی دنیا کے لئے ایک گورکھ دھندہ سامنے رہے  
ہیں۔ اور اب تک کوئی نہیں جانتا۔ کہ قلعہ شکن توپوں اور ہلاکت  
آفرین گولوں کے علاوہ تدبیر۔ حب الوطنی اور قوم پرستی کی ناقابل  
تسخیر قوتیں ڈی ڈل بڑی سپاہ اور عظیم الشان بحری اور ہوائی بیڑوں  
کے مقابلے میں کہاں تک کامیاب رہیں؟

اس جنگ میں انگلستان۔ فرانس۔ امریکہ۔ جاپان اور جرمنی  
کے خفیہ سراغ رسالہ نوجوان مردوں اور عورتوں نے جہاں جھکوں  
میں ڈال کر جو کارہائے نمایاں کئے۔ اس فسانہ میں انہیں نہایت  
زور دار پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ جو لوگ خدمت  
قوم اور شہنشاہی وطن کے مقاصد اعلیٰ کے میدان عمل میں آئیں۔ ان کے  
قلوب میں ایک سرور شانہ جذبہ وطن کے باوجود ہمت و جرات۔ شہری  
اور استقلال کی کیسی حیرت انگیز قوت موجود ہونی چاہئے۔ اور جو لوگ اپنے  
جذبہ اشتغال کی وجہ سے احتیاط اور ہوشیاری کا دامن ترک کر دیں  
انہیں ناکامی و نامرادی کی ذلت سے کس طرح دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پھر  
لئے کا پتہ۔ اردو و کتب خانہ۔ لاہور

مرکٹیل پریس لاہور میں باہتمام تہجد علی خاں پرنٹر و پبلشر نے پھوپکا کر شائع کی۔



۲۷۵



۹۵۲

**MUSLIM UNIVERSITY LIBRARY**  
**ALIGARH.**

This book is due on the date last stamped. An over-due charge of one anna will be charged for each day the book is kept over time.

---

